یہہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۰ تاریخکو قادیان ضلع گورداسپور سے شایع ہوتا ہے

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

سنہ ۱۹۱۳

بابت ماہ اپریل

جلد ۸ نمبر ۴

تشحیذ الاذہان

صاحبزادہ میرزا

فہرست مضامین

قیمت سالانہ

باہتمام مینجر اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر چوہدری عبد السلام کے حکم سے مینجر تشحیذ نے قادیان سے شایع کیا

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما

خریداران تشحیذ مجھے بہت پیارے ہیں محبوب کی شکایت میں بھی ایک لطف آتا ہے اور ضبط کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر ؎

آج ہم ان سے پریشانی خاطر اپنی ٭ کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں

دسمبر کی رپورٹ میں بتا چکا ہوں کہ قریباً ہزار روپیہ ہمارا احباب کی جیبوں میں محفوظ ہے اور انہوں نے ہمیں اسکے حساب کتاب اور حفاظت کے فرض سے تا حال سبکدوش رکھا ہے لیکن ضرورتیں متقاضی ہیں اسبات کی کہ اب یہ رقم دیدی جائے مگر صبر آزما بے اعتنائی اور حوصلہ شکن لاپروائی کا یہ حال ہے کہ خامہ فرسائی بیکار ہے پہلے سنتے تھے کہ اخبار یا رسالے ہمیں حسب وعدہ پورے حجم کے ساتھ وقت پر نہیں ملتے۔ لیکن تشحیذ کے متعلق تو یہ شکایت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ مقررہ حجم ۴۸ صفحے سے زیادہ پر ہر مہینے تاریخ اشاعت سے بھی پہلے ناظرین کو پہنچا دیا جاتا ہے اور باوجودیکہ رسالہ لاہور سے چھپوانا پڑتا ہے پھر بھی خدا کے فضل نے کبھی دیر نہیں ہونے دی اور مضامین کی پسندیدگی کا یہ عالم کہ ٹریکٹ چھپوانیکی درخواستیں آتی ہیں پھر سنا کہ بلا اطلاع وی۔پی آتے ہیں سو اسکے لئے ہم نے بقایا داروںکو اطلاعی کارڈ بھیجنے کا رواج ڈالا جس میں تمام حساب تفصیل کے ساتھ سمجھا دیا جاتا ہے لیکن با اینہمہ کوشش پھر بھی وی۔پی واپس آتے ہیں۔ اور اس واپسی سے نہیں معلوم ہوتا کہ منشا کیا ہے آیا آیندہ خریداری منظور نہیں یا اسوقت روپیہ نہیں تھا۔ یا حساب سمجھ میں نہیں آیا۔ چونکہ صرف ایک پیسے کا کارڈ نہ لکھنے کیوجہ سے ہمارا دو آنے کے قریب نقصان ہوتا تھا اسلئے ہمنے ان بقایا داران کو جنھوں نے تا حال سنہ ۱۲ء چندہ ادا نہیں فرمایا

جوابی کارڈ بھجوائے

لیکن ستر جوابی کارڈوں میں سے صرف تین کے جواب بھیجے اب فرمایئے اور کیا تدبیر ہو اگر رسالہ بند کردو تو دوسرے تیسرے مہینے شکایت آجاتی ہے کہ آپ نے رسالہ کیوں بند کیا اگر وی پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء

عظمتِ مسیح از روئے قرآن

تمہید پادری غلام مسیح صاحب نے مذکورہ بالا ہیڈنگ پر ایک لیکچر دیا ہے
جو کہ ۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کو فورمن کرسچن کالج لاہور کے کمپونڈ میں پڑھا ہے
یہ مسئلہ ایک دلچسپ مسئلہ ہے اور ممکن ہے کہ بہتوں کی ہدایت یا گمراہی کا موجب ہو
اسلئے میں مختصراً اسکا جواب دیتا ہوں شاید کسی سعید روح کو خدا تعالےٰ کے فضل
سے فائدہ پہنچے اور وہ یا تو گمراہی میں پڑنے سے بچ جائے اور یا گمراہی کے گڑھے سے

باہر نکل آئے پادری صاحب کی اصل غرض اس مضمون سے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کی عظمت از روئے قرآن ثابت کرکے مسلمانوں میں انکو نبی مشہور کرنا نہیں۔ کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی سے آپکو نبی مانتے ہیں۔ اور آپکو معزز و مکرم یقین کرتے ہیں۔ بلکہ آپکی غرض اس سے صرف اسقدر ہے کہ آپ کے وجود میں وہ بڑائیاں ثابت کر دکھلائیں جو کہ سوائے آپ کے اور کسی نبی کو حاصل نہیں۔ اور جن میں سے بعض صرف خدا تعالےٰ کے ہی متعلق ہیں تاکہ اس طرح آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت دیں۔ اور گو کھلے بندوں نہیں مگر اشارتاً قدوس خدا اور ابن اللہ کا خلعت پہنائیں اور چونکہ آپ نے مضمون میں صرف کلام اللہ سے ہی اقتباس کئے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے لئے جو کچھ مشکلات پیش آسکتی تھیں وہ ظاہر ہی ہیں مگر وہ کلام جو کہ بڑے زور سے یہ فرماتا ہے کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (سورہ مریم رکوع ۶) کیا اس میں کوئی بھی اس قسم کی تعلیم ہو سکتی ہے ہرگز نہیں اب میں نفس مضمون کو شروع کرتا ہوں ❊

عظمت کیا ہے؟ اس سے پہلے کہ مضمون کو شروع کیا جائے۔ عظمت کے معنی دیکھنے ضروری ہیں اور یہ معلوم کرنا لازمی ہے کہ عظمت کہتے کسے ہیں سو یاد رہے کہ عظمت بڑائی یا کثرت یا علو کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس بات کا خیال میں رکھنا ازحد ضروری ہے کہ ہر ایک چیز کی عظمت اُس کی اپنی ہی جماعت میں اور اپنے ہی فن میں ہوتی ہے یعنی ایک شخص جو لوہار کا کام

کرتا ہے اسکی عظمت یا بڑائی جو ہوگی تو اسی کام سے ہوگی جو اُسکے پیشہ کے مناسب حال ہو یعنے اگر وہ اپنے کام میں کمال رکھتا ہو۔ اور اُس میں اُسے خوب مہارت ہو۔ اور ہر قسم کی باریک سے باریک طرزوں اور راہوں سے لوہے کے کاموں پر واقف ہو جو کہ اُسکے فن کے مؤید ہوں تو ایسا شخص اپنے گروہ میں عظمت والا ہوگا۔ لیکن وہی شخص بڑھئی کے کام میں بڑا مشاق ہو اور خاص تجربہ رکھتا ہو۔ لیکن اپنے اصل فن میں یعنی لوہاری کے کام میں اُسے کامل مہارت حاصل نہ ہو تو اس پیشہ لوہاری میں اُسے کوئی عظمت حاصل نہیں ہوگی۔ یا یہ کہ ایک شخص علم زراعت سے خوب واقف ہو لیکن تجارت کے فن سے بالکل نا آشنا تو ایسا شخص گو اہل زراعت میں کیسا ہی جلیل و عظیم ہو مگر فن تجارت کے ماہرین میں اُسے کوئی عظمت نہ ہوگی اسی طرح ایک ڈگری یافتہ۔ ایم اے یا جامع ازھر کا اعلیٰ سند یافتہ اگر بافندگی کے فن میں دخل درمعقول دینا شروع کردے حالانکہ اُس میں اُسے کوئی درک حاصل نہ ہو تو وہ بجائے عظمت حاصل کرنیکے اور بھی ذلیل ہوگا۔ انتظام مملکت پر ہی غور کرو۔ انجینیرنگ کے متعلق انجینئروں سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے۔ اور ڈاکٹری کے متعلق ڈاکٹروں سے ہی رائے طلب کی جاتی ہے۔ فوجی معاملات پر جرنیل ہی رائے دینے کے مستحق ہوتے ہیں اور فنانشل کاموں میں خزانے کے کاموں میں مہارت رکھنے والے لوگ ہی اپنے خیالات ظاہر کرنیکے لئے بلائے جاتے ہیں۔ جو ڈیشل انتظام کے لیے جوڈیشل افسروں کی رائے ہی صائب سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر کنٹو امور میں اگر کنٹو افسروں کے خیالات کو ہی فوقیت دیجاتی ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں ہو کہ اگر ایک جگہ کسی ایک ایسے شخص کی ضرورت ہو جو بڑھئی کا کام جانتا ہو تو جگہ کسی لوہار کو پیش کر دینا کہ یہ آہنگری کے فن میں ایسا کامل ہے۔ اور ایسے ایسے باریک پرزے تیار کر سکتا ہے۔ سخت غلطی ہے۔ اور اُسموقعہ پر گو وہ آہنگر اپنے فن

ہیں کیساہی کامل ہو مگر کوئی عظمت نہیں رکھیگا۔ اور اگر ایک جگہ پر ایک لائق ماسٹر کی
ضرورت ہو اور ایک لائق جرنیل درخواست کرے تو وہاں اُسکی عزت نہ ہوگی چنانچہ
اسی لئے جب ایک شخص کے علم کا بیان کرنا مدنظر ہوتا ہے۔ تو اسوقت اُس کے
ماں باپ کی فضیلت بیان نہیں کیجاتی۔ بلکہ خود اسکا اپنا علم بتایا جاتا ہے۔ اور
یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ ہر جگہ اُسکا لحاظ کرنا ضروری ہے چنانچہ اسی وجہ سے
جب خدا تعالےٰ کسی نبی کا ذکر کرتا ہے۔ تو اُسکی نسبت یہ نہیں بتاتا کہ یہ فلسفہ
طبعیات حساب یا سائنس سے اسقدر واقف ہے۔ کیونکہ نبوت ان چیزوں کی
خواہاں نہیں۔ ہاں اس موقعہ پر جو ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ اُسکے اخلاق اُسکے احسانات
اُسکی شفقت اسکی محبت الٰہی اسکی خشیّت اللہ کے متعلق ہوتا ہے اور یا اُسکے
اُن کارناموں کا بیان ہوتا ہے۔ جو اُس نے خدا تعالےٰ کے ماتحت کئے ہوں۔ اور
جو کچھ لوگوں نے اُس سے اُس راہ میں سلوک کیا ہو چنانچہ میں ایک دو مثالیں
بھی اسجگہ دیتا ہوں)۔ داؤد علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ واذکر عبدنا
داؤد ذالاید انہ اواب اور پھر حضرت سلیمان کی نسبت ہے کہ و
وھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب یعنے یہ دونو
خدا تعالٰی کی محبت میں ایسے سرشار ہو رہے تھے۔ کہ سب طرفوں کو چھوڑ کر اُسی کی
طرف جھک گئے تھے چنانچہ انکا کمال ظاہر کرنیکے لئے انکی بادشاہت کا بھی
ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے پھر بھی آسمانی بادشاہت
کو انہوں نے نہیں چھوڑا۔ اور تمام لالچوں کو ترک کر دیا۔ اور محض خدا کے ہی
ہو رہے پھر حضرت ابراہیم کے لئے ہے۔ کہ انّ ابراھیم لحلیمٌ
اوّاہ منیبٌ سورہ ہود میں اور انّ ابراھیم لاواہ حلیم یعنی
حضرت ابراہیم بُردبار درد مند دل والے اور رجوع الی اللہ کرنے والے بندی

تھے۔ اسی طرح اولیاء وانبیاء کو مخلصین محسنین صالحین قانتین جیسے خطابوں سے یاد فرمایا ہے۔ غرض کہ ہر ایک شخص کی عظمت اُسکے منصب کے متعلق کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اکثر یوں ہوتا ہے کہ ایک امر جو ایک کے لئے عظمت کا باعث ہوتا ہے وہ دوسرے کے لئے کمزوری اور نقص سمجھا جاتا ہے پس جب کہ یہ بات ثابت ہو گئی تو ہمارے لئے لازمی ہے کہ حضرت مسیح کی عظمت ثابت کرنے کے لئے ہم جن باتوں کو لیں۔ وہ انبیاء کے لئے باعث عظمت ہوں ❖

ولادت مسیح پادری صاحب نے چار باتیں لی ہیں۔ کہ جن پر حضرت مسیح کی زندگی کو پرکھ کر یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ کسی نبی کو اُن سے مشابہت حاصل نہیں۔ اسلئے وہ سب سے افضل ہیں۔ اول تو آپ کی بالائے فطرت ولادت دوم۔ آپکی شخصیت سوم آپکے بالائے فطرت کام چہارم آپکا بالائے فطرت صعود الی السّماء میں سب سے اول آپ کی ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ مسئلہ تمام مسلما نونکا متفقہ مسئلہ ہے۔ اور سوائے سرسیّد کے جنھوں نے صرف عقلی دلائل سے اسکو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن شریف سے اسکا انکار نہیں کیا۔ مگر میں آگے چل کر بتاؤنگا کہ یہ بات غلط ہے۔ کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ ثابت کرونگا۔ کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے ہی روشنی ڈالی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ کے نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا۔ مگر میں سب سے پہلے اس بات کو مانتے ہوئے کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا ہوئے آپکو جواب دیتا ہوں۔ یاد ہے کہ قرآن شریف نے عظمت انبیاء میں کہیں اور کسی موقعہ پر بھی بن باپ کی پیدائش کو موجب فضیلت اور عظمت قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی جیسے کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں اس سے عقلی طور پر نبوت سے کچھ جوڑ معلوم ہوتا ہے کیونکہ انبیاء کے جس قدر کام ہوتے ہیں

اور جو جو باتیں اُنکی خوبیاں سمجھی جاتی ہیں۔ اُن میں بن باپ کی ولادت کا کوئی دخل نہیں انبیاء کا کام سوائے اسکے کیا ہوتا ہے۔ کہ وہ بنی نوع انسان میں آپس میں اخوت اور ہمدردی پیدا کریں۔ اور پھر اُسکا خدا تعالےٰ سے تعلق مضبوط کریں۔ جس کے لئے انکو علاوہ دعاؤں کے اپنے نمونہ سے اور اپنے اقوال و نصائح سے کام لینا پڑتا ہے اور انکی تائید میں خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت سے نشانات دکھائے جاتے ہیں جس سے اُنکی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے مگر اُن نشانات میں ایک تائیدی رنگ ہوتا ہے لغو نہیں ہوتے یعنے یا تو اُنکے مخالفین کی ہلاکت کے لئے ہوتے ہیں۔ یا انکی مدد کے لئے ہوتے ہیں۔ یا کسی آئندہ کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کل انبیاء کے کاموں اور نشانات کو دیکھو۔ وہ اسی قسم کے ہونگے پس جبکہ ہم حضرت مسیح کی ولادت کو دیکھتے ہیں۔ تو اسکو نبوت سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ نہ تو اس ولادت سے آپکے موافقین کے لئے پر کچھ حجت تھی کیونکہ آپکی ولادت کے وقت تو آپکی نبوت پر کوئی بحث نہ تھی۔ اور نہ آپ کے مخالفین پر یہ بات کوئی حجت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ تو آپکو نعوذ باللہ نعوذ باللہ جو سمجھتے سمجھتے تھے اور صدیقہ مریم پر الزام لگاتے تھے۔ پس یہ ولادت آپ کے مخالفین پر تو کچھ حجت نہ ہو سکتی تھی۔ اب رہے موافق سو اس بات کو دیکھکر وہ کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکتے تھے اور اس سے انکو کچھ مدد نہیں مل سکتی تھی۔ بلکہ اپنے مخالفین کے سامنے وہ اس بات کا ذکر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسلئے انجیل میں اسکی بہت لمبی بحث نہیں کی گئی اور نہ یہود کے بہت جواب دیئے

اب رہی تیسری بات سو اسکا ذکر ہم آگے چل کر کرینگے۔ غرض کہ اس بات سے نہ تو مخالفین پر کچھ حجت تھی۔ اور نہ موافقین کی تائید نہ اسکا اخلاق پر کچھ اثر نہ شریعت میں اس سے کچھ فائدہ تھا۔ پس اس بات کو حضرت مسیح کی عظمت کے ثابت

کیلئے پیش کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ اس سے بحیثیت آپ کے نبی ہونے کے آپکی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی جیسے کہ ایک شخص جو علماء ہیں اپنے آپکو معزز ثابت کرنا چاہے اپنی قوت اور طاقت کے کارنامے سُناکر عظمت حاصل نہیں کر سکتا یا ایک کالج کا پروفیسر بننے کے لئے کوئی فن خیاطی کا کمال ظاہر کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح حضرت مسیح کے بالائے فطرت ولادت کے ثابت ہونے پر آپ کو نبیوں پر کوئی فضیلت نہیں مل سکتی کیونکہ نہ تو اس ولادت کی وجہ سے مخالفین پر کوئی ہلاکت آتی ہے۔ اور نہ موافقین کی تائید ہوتی ہے نہ شریعت کے ساتھ اُسکا کچھ تعلق ہے پس ایک مسیح نہیں۔ ہزار آدمی بھی اس رنگ میں پیدا ہوئے ہوں تو وہ کسی نبی پر اپنی فضیلت نہیں ظاہر کر سکتے۔ چنانچہ اسکا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ حضرت مسیح جب اپنی بزرگی بیان فرماتے ہیں یا خدا تعالےٰ آپکی عظمت بیان فرماتا ہے تو کہیں بھی آپکی بالائے فطرت پیدائش کا ذکر نہیں کرتا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ پ۳ رکوع ۱۳ اور پھر فرماتا ہے کہ اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پ۱ ع۱۱۔ اسی طرح فرمایا ہے کہ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ پ۳ ع۱۳ اور پھر اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰی مَرْیَمَ پ۶ ع۳ مگر ان تمام آیات میں کہیں بھی حضرت مسیح کی کوئی فضیلت بیان نہیں فرمائی کہ جو آپ کی ولادت کے متعلق ہو۔ اگر اس قسم کی ولادت کوئی فضیلت ہوتی تو کہیں تو خدا تعالےٰ قرآن شریف میں اُس کو فضیلت و عظمت کے رنگ میں بھی بیان فرماتا پھر ہم خود حضرت مسیح کا اپنا قول دیکھتے

ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝ مگر آپ نے کہیں بھی اپنی بالائے فطرت پیدائش کا ذکر نہیں کیا۔ پس جب کہ خدا تعالے نے بھی کہیں اسے فضیلت کے رنگ میں بیان نہیں کیا۔ اور نہ خود حضرت مسیح ہی اپنی اس عظمت کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ تو پھر مدعی سُست اور گواہ چُست کا مصداق بنکر عیسائی صاحبان کا کیا حق ہے کہ اس ولادت کو آپ کی عظمت کے لئے پیش کریں۔ نہ تو خدا تعالےٰ ہی اسے عظمت کے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ اور نہ عقل اس بات کو ایک مدعی نبوت کے حق میں عظمت مانتی ہے۔ پس اگر مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ تو اس میں کونسی عظمت ہے علاوہ ازیں قرآن شریف میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا گیا۔ کہ مسیح کی پیدائش کے سوا اس رنگ میں کوئی اور پیدائش نہیں ہوئی۔ بلکہ خود مسیح کی پیدائش بھی صریح نہیں۔ بلکہ دلالت النص کے طور پر بیان ہے۔ پس یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح کو چھوڑ کر اور کوئی بھی اس رنگ سے پیدا نہیں ہوا۔ ہم دنیا میں ہزاروں بچے بن باپ کے پیدا ہوتے دیکھتے ہیں۔ اور بعض عورتیں جن کے اس قسم کے بچے ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی نیک اور پارسا بھی ہوتی ہیں۔ اور ہم ان پر کسی طرح بھی شک نہیں کر سکتے۔ کہ وہ زانیہ ہیں۔ ہاں یہ مسیحی صاحبان کا فرض ہے۔ کہ انکو زانیہ ثابت کردیں۔ کیا دنیا کی ہر ایک ایسی عورت کو وہ زانیہ ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو انکی ہم پر کوئی حجت نہیں۔ یہ بارِ ثبوت انپر ہے۔ کہ وہ ثابت کریں۔ کہ سوائے مرد و عورت کے باہم ملنے کے کبھی اولاد نہیں ہوتی۔ ہم

دنیا میں بہت سی ایسی وارداتیں دیکھتے ہیں۔ اور گو اُن میں بہت سی زنا سے بھی ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن کل پر ایسا فتویٰ دینا ہماری طاقت سے تو باہر ہے ہاں مسیحی صاحبان حضرت مسیح کی خاص فضیلت ثابت کرنیکے لئے اگر کوشش کر کے یہ بات ثابت کر دیں۔ تو ہم کو اسکے ماننے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن جب تک وہ ایسا نہ کریں ہم یہ بات قطعاً نہیں مان سکتے۔ کہ سوائے مسیح کے کبھی اور کوئی اس طرز پر نہیں پیدا ہوا۔ چنانچہ ہم اس بات کے ایک سے زیادہ مدعی دیکھتے ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں پاتے۔ کہ انکو جھوٹا ٹھہرائیں۔ چنانچہ چنگیز خان کی نسبت بھی اسکی ماں کا دعویٰ تھا کہ یہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہے۔ اور اسکا بیان تھا۔ کہ ایک نور سے میں حاملہ ہوئی۔ اور اس سے مجھے یہ بچہ پیدا ہوا۔ اور اسکی قوم نے جو اسکے اخلاق اور چال چلن سے خوب واقف تھے۔ اسکا کوئی انکار نہیں کیا۔ اسی طرح منچو خاندان کے مورث اعلیٰ کی نسبت بھی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی پیدائش بھی اسی قسم کی تھی چنانچہ لکھا ہے۔ کہ اس خاندان کی ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں دریا پر گئی تھی۔ اور وہاں میں ایک نور سے حاملہ ہوئی۔ اور اس بات کا ثبوت یہ ہے۔ کہ میں قبل از وقت تم کو بتا دیتی ہوں۔ کہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ اور اس کا بیٹا تیس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے موجودہ چینی بادشاہت کو تباہ کر کے خود بادشاہ بنیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اسی طرح اسی قسم کی اور بہت سی نظیریں ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم اس معاملہ میں مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں مان سکتے۔ اور نہ اس سے اسکی کوئی فضیلت ثابت ہوتی ہے ÷

علاوہ ازیں اگر ثابت کر بھی دیا جائے۔ کہ مسیح کے سوا اور کوئی بن باپ پیدا نہیں ہؤا۔ تو قرآن شریف تو خود مسیح کی پیدائش کا بھی منکر ہو جائیگا۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا سورہ احزاب یعنے تو ہرگز

خدا تعالےٰ کی سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔ پس یا تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ مسیح کے سوا اور بھی کچھ وجوہ ہیں۔ جو بین سے زیادہ ہیں۔ تا کہ سنت اللہ میں تبدیلی لازم نہ آئے یا تو مسیح کی بلا ئے فطرت کا انکار لازمی ہو گا۔ پس مسیحی صاحبان کا اختیار ہے۔ کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں۔ دونوں صورتوں میں حضرت مسیح کی باقی انبیاء پر کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس موقعہ پر میں یہ بھی کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ بلائے فطرت کا لفظ میں نے صرف مسیحی صاحبان کے خیال کے موافق بولا ہے۔ ورنہ ہم تو اسے بالکل مطابق فطرت مانتے ہیں ؂

مسیح بن باپ نہ تھے اب میں ان لوگوں کا خیال بتاتا ہوں۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ جس طرح سب دنیا پیدا ہو رہی ہے اسی طرح آپ کی بھی پیدائش تھی۔ اور میری اس سے یہ غرض ہے۔ کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں جس سے یہ سب بحث ہی باطل ہو جاتی ہے چنانچہ اول تو وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ تم ہماری سنت میں تبدیلی نہ پاؤ گے۔ چنانچہ سورہ احزاب اور فتح میں ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا پھر سورہ مائدہ میں ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيلًا۔ پھر سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔ کہ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا۔ پس جب کہ صریح حکم ہے کہ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ تو مسیح کی پیدائش کو ہم اسی طریق پر مانینگے جس طرح کہ روزمرہ دیکھتے ہیں چنانچہ وہ لوگ اسی کی تائید میں یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ سُبْحٰنَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ یٰس) یعنی پاک ذات ہے وہ کہ جس نے ہر ایک چیز کا جوڑا پیدا کیا نباتات کا اور حیوانات کا بھی اور ان چیزوں کا بھی جن کو تم جانتے نہیں

اور انکابھی جن کو تم نہیں جانتے۔ پس اس صریح حکم کے برخلاف حضرت مریم کے ہاں بغیر جوڑے کے بچہ کس طرح پیدا ہو؟ اور علاوہ ازیں وہ یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝ (سورہ طارق) یعنی انسان دیکھے تو سہی کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے کہ جو صلب و ترائب میں سے نکلتا ہے۔ پس چونکہ عورت کی منی دافق یعنے اچھلنے والی نہیں ہوتی۔ اسلئے حضرت مسیح کی پیدائش خلاف اس قاعدہ کے بغیر مرد کے نہیں ہوسکتی۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ مسیح نے قرآن شریف میں اپنی بہت سی بڑائیاں بتائی ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ میں بن باپ کے پیدا ہوا ہوں۔ اور نہ خدا تعالٰے نے انکی فضیلتیں بیان فرماتے ہوئے انکی نسبت بن باپ کی پیدائش کو منسوب کیا ہے اور پھر آیت لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آدمی جو انکے پاس بموجب الہام گیا ہے اسی سے حضرت مریم حاملہ ہوئی ہیں اور ایک اور خطرناک اعتراض یہ لوگ کرتے ہیں۔ کہ بائبل میں ہے کہ وہ مسیح داؤد کی نسل میں سے ہوگا۔ اور اگر آپ کو یوسف نجار کا بیٹا نہ مانیں۔ تو آپ داؤد کی نسل میں سے نہیں ٹھہرتے۔ اور نہ ہی نبی ثابت ہوتے ہیں۔ پس انکی نبوت کے ثابت کرنیکے لئے ضروری ہے کہ انکو یوسف نجار کا بیٹا مانا جائے ✤

غرض کہ یہ پہلو لو یا وہ پہلو لو جو پہلے بیان کیا ہے۔ کسی پہلو سے مسیح کی ولادت انکی عظمت ظاہر نہیں کرتی۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ یہودی لوگ آپ پر نعوذ باللہ یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ حرامی ہیں۔ اسکا جواب خدا تعالٰے نے یوں دیا ہے کہ حضرت مریم کو عفیفہ قرار دیا ہے۔ ورنہ جن کی پیدائش پر کسی کا کوئی اعتراض ہی نہ پڑتا ہو۔ اسکا جواب خدا تعالٰے دیتا ہی کیوں ہو لیکن افسوس ہے مسیحی

صاحبان پر جنہوں نے اسلام کا احسان ماننے کی بجائے اُلٹا مسلمانوں کو دھوکہ دینا شروع کر دیا۔ اب اس احسان فراموشی پر سوائے اسکے کہ انا للہ پڑھا جائے اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۔ مسیح کی جلالی شخصیّت

اعتراض کا ردّ دوسری بات جو قرآن شریف سے مسیح کی فضیلت دوسرے انبیاء پر ثابت کرنیکے لئے بیان کی جاتی ہے وہ انکی جلالی شخصیّت ہے۔ مگر ہم کو جلالی شخصیت سے ہی انکار ہے۔ حضرت مسیح جلالی نبی نہ تھے بلکہ جمالی تھے مگر خیر یہ بات مانکر بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کا دعوےٰ ہے کہ میں پہلے کل انبیاء کی تائید کرتا ہوں۔ کوئی نئی بات بیان نہیں کرتا جس سے پہلے انبیاء کا ردّ کروں بلکہ انکی تصدیق کرتا ہوں۔ چنانچہ قرآن شریف میں متقیوں کی نسبت ہے کہ متقی وہ لوگ ہیں جو کہ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ سورہ بقرا یعنے وہ لوگ تیرے الہامات اور وحی کے علاوہ پہلے انبیاء کی وحی کا بھی انکار نہیں کرتے۔ چنانچہ اسی کی تائید میں فرمایا ہے کہ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ سورہ فاطر ۱۵ یعنے ہمنے تجھکو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بناکر بھیجا ہے۔ اور دنیا میں کوئی امت نہیں کہ جس میں ہم نے ایک نذیر بھیجا ہو۔ اس میں بتلایا کہ ہر ایک قوم میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں پھر فرمایا ہے کہ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ المؤمن اور چونکہ قرآن شریف کی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا

لما معھم۔ اسلیئے ضروری تھا۔ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان جو اختلاف ہوں۔ انکو دور کر کے دونوں کی تصدیق کرے۔ چنانچہ اسی لئے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کی ذات پر جو اعتراض یہودی کرتے تھے۔ اُنکو قرآن شریف میں دور کر دیا۔ کہ یہ سب غلط ہیں۔ اور اس طرح حضرت مسیح کو نبی قرار دیکر توریت و انجیل کی تصدیق کی۔ پس دیکھنا چاہیئے۔ کہ یہودیوں کے مسیح پر کئی قسم کے اعتراض تھے۔ ایک تو یہ کہ نعوذ باللہ انکی ولادت ناجائز تھی۔ اور دوسرے یہ کہ آپ جھوٹے تھے۔ اور آپ کو کوئی الہام نہ ہوتا تھا۔ تیسرے یہ کہ آپ نعوذ باللہ صلیب پر مر کر لعنتی موت مرے۔ اور چوتھے یہ کہ آپ بہت ذلیل آدمی تھے۔ اور آوارہ تھے۔ پس خدا تعالےٰ ان سب اعتراضوں کا رد کرتا ہے۔ اور جن باتوں کو مسیحی صاحبان حضرت مسیح کی عظمت تمام انبیاء پر ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ وہ اصل میں اُن اعتراضوں کے جواب میں ہیں۔ اور پھر یہ کہنا کہ جو باتیں مسیح کی نسبت بیان کی گئی ہیں۔ وہ اور کسی نبی کی نسبت نہیں ہیں۔ غلط ہے کیونکہ اسکا ثبوت کوئی نہیں دیا جاتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے آنحضرت کی نسبت اُن سے بڑھکر الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اور دوسرا جواب اسکا یہ ہے۔ کہ الزام اُسپر سے ہٹایا جاتا ہے۔ کہ جس پر الزام لگا ہو۔ جب کسی اور نبی کی ولادت پر کوئی اس قسم کا اعتراض تھا ہی نہیں تو خدا تعالےٰ دور کیوں کرتا۔ غرض کہ کسی طرح بھی اُن کلمات سے جو مسیح کے حق میں قرآن شریف میں آئے ہیں مسیح کی عظمت دوسرے انبیاء پر ثابت نہیں ہوتی +

کلمۃ اللہ سب سے اول جو بات پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اور کسی اور نبی کے حق میں یہ بات بیان نہیں کی گئی اسلیئے حضرت مسیح کو دوسروں پر فضیلت ہے۔ سو اسکا جواب یہ

یہ ہے کہ یہودیوں نے شرارت سے حضرت مسیح کی نسبت بہت بکواس کی۔ اور گندے الفاظ انکی نسبت استعمال کئے تو قرآن کریم نے آپ کی اور آپ کی والدہ کی طرف سے ذبّ کیا ہے۔ نہ کسی اور نبی کو اتنا برا کہا گیا۔ نہ کسی کی ذبّ میں یہ ضرورت پیش آئی۔ اسی لئے خدا تعالےٰ نے آپ کی بریت فرمائی۔ اور کہا کہ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ التحریم پ ۲۸ ع ۲۰ یعنی حضرت مسیح کی والدہ مریم نے ہرگز کوئی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ بلکہ وہ پاکباز عورت تھیں۔ اور اس سے اس قسم کا گناہ بالکل سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ اُسنے اپنے سوراخ کی حفاظت کی۔ اور اسلئے ہم نے اُس میں اپنی روح نازل کی (روح کے معنے آگے لکھے جائینگے) اور اس نے ہمارے انبیاء اور کتب کو سچ مانا۔ اور احکام الہٰی کی پابند ہو گئی۔ پس ایسی حالت میں کسطرح ممکن تھا۔ کہ وہ گناہوں میں پڑجاتی۔ دوسری آیت جو اس بارہ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ پ ۶ ع ۳ اور تیسری آیت یہ ہے إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ پ ۳ ع ۱۳

ان آیات سے استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ تھے۔ اسلئے وہ سب نبیوں سے افضل ہوئے اور ازلی ابدی ٹھہرے مگر یہ معنے سراسر غلط ہیں کیونکہ اول تو باقی انبیاء کو اس بات کی کوئی ضرورت اور حاجت نہ تھی۔ کہ اُن کی نسبت یہ کہا جاتا کہ وہ کلمۃ اللہ تھے۔ کیونکہ اُنکے والدین موجود تھے۔ اور اُن پر کسی قسم کا اعتراض نہ تھا۔ کہ اسکو دور کیا جاتا۔ مگر چونکہ حضرت مسیح کے والد نہ تھے اور وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ اور انپر بدبخت یہودیوں نے طرح طرح کے الزام

لگائے اور کہا کہ نعوذ باللہ وہ ولد الزنا ہیں۔ اور اسی لئے انکے اعتقاد کے موجب لعنتی اولاد ہیں۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے اس الزام کا دفعیہ کیا اور کہا کہ اگر وہ نعوذ باللہ ولد الزنا ہوتے۔ تو شیطانی فعل سے ہوتے مگر یہ تو خاص میرا فعل تھا۔ اور میرا کلمہ یعنی حکم تھا کہ جس سے وہ پیدا ہوئے۔ پس یہ الزام انپر لگانا بالکل غلط ہے۔ اب بتائیے کہ اس صورت میں کیا وجہ تھی۔ کہ خدا تعالےٰ کل انبیاء کے حق میں کلمۃ اللہ کہتا کیونکہ انکی ولادت پر تو کوئی اعتراض نہ تھا۔ کہ جس کو رد کیا جاتا۔ ہاں حضرت مسیح کی پیدائش پر اُن ظاہر بین یہودیوں کو ابتلا آیا۔ اور انہوں نے اسے من عمل الشیطان کہا۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے بھی بدی کو عمل الشیطان کہتا ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ پس اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ مسیح تو میرے کلمہ یعنی حکم سے ہُوا شیطان کا میرے کام میں کیونکر دخل ہو سکتا ہے۔ پس اس آیت میں خدا تعالےٰ نے مسیح کی ولادت کی بریّت کی ہے اِس سے اُسکو کل انبیاء پر فضیلت کیسے نکل آئی۔ علاوہ اسکے یہ بھی یاد رہے کہ کلمہ یا کلمات کا لفظ قرآن شریف میں خدا تعالےٰ کی طرف صرف تین دفعہ منسوب ہُوا ہے۔ اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ ہم ہر ایک رنگ کو لیکر دیکھ لیتے ہیں کہ مسیح کو جو کلمہ کہا گیا ہے وہ کسی معنے میں بھی مسیح کو دوسرے انبیاء پر فضیلت دیتا ہے یا اُسکی ازلیت اور ابدیت ثابت کرتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں کلمہ کا لفظ آیت کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَیُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ وَیُحِقُّ اللّٰهُ

اَلْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿پ ۱۱ ع ۱۳﴾ یعنے جب ساحر آئے۔ تو
حضرت موسیٰ نے انہیں کہا کہ پھینکو جو کچھ پھینکنا ہے پس جب انہوں نے
دکھایا۔ جو کچھ دکھانا تھا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تمنے دکھایا۔ یہ تو صرف دھوکا ہی
ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اسے ابھی جھوٹا ثابت کردیگا۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ مفسدین
کے اعمال کو نیک نتائج کا مرتب کرنیوالا نہیں بناتا۔ اور وہ حق کو اپنے نشانوں
سے ظاہر کردیگا۔ چنانچہ اس جگہ عصاء کے نشان کو کلمہ سے تعبیر کیا گیا ہے
چنانچہ دوسری جگہ اس عصاء کے نشان کو آیت کہا گیا ہے جیسا کہ فرمایا قَالَ
اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی ﴿ قَالَ خُذْهَا وَلَا
تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی وَاضْمُمْ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ
تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی۔ لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا
الْكُبْرٰی ﴿ع ۱ طٰہٰ﴾ یعنی اے موسیٰ اسے یعنے عصاء کو زمین پر ڈالدے۔ پس اس نے
ڈالدیا۔ تو وہ ایک سانپ بنگیا جو کہ دوڑتا تھا پھر فرمایا کہ اسے پکڑ لے اور ڈر نہیں
ہم ابھی اسکو اصلی حالت پر لے آئینگے اور تو اپنے ہاتھ کو اپنے پہلو کے ساتھ چسپاں
کر وہ سفید ہوکر نکلیگا۔ مگر یہ سفیدی بُری نہ ہوگی یعنے برص وغیرہ سے نہ ہوگی۔ یہ
تیرے لئے دوسری آیت ہوگی یعنے عصاء کے بعد اور یہ ہم نے اسلئے کیا کہ تجھے
اپنی بڑی بڑی آیات دکھائیں پس اسی جگہ اسی فعل کو جسے کلمہ کہا تھا آیت
سے تعبیر کیا ہے پس کلمہ کے ایک معنی آیت کے ہیں۔ تو اس صورت میں اس
آیت کے معنے یہ ہونگے۔ کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا ایک رسول ہے اور ایک
آیت ہے جسے اسنے مریم کی طرف ڈالا یعنے مریم کے بطن سے پیدا کرایا پس
اس صورت میں بھی مسیح کی کوئی فضیلت نہیں نکلتی۔ کیونکہ اللہ کے کل نبی
آیات ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف انسان بلکہ حیوان اور بیجان چیزیں بھی آیات قرار

دیکھی ہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ (سورہ یوسف ع) پس اس آیت میں خداتعالے نے حضرت یوسف اور اُن کے بھائیوں کو آیت قرار دیا ہے۔ پھر سورہ کہف رکوع میں ہے کہ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ط اس میں اصحابِ کہف اور رقیم کو آیات قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کفار کو بھی آیت کہا ہے گو کہ بری آیت ہی ہوں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا (سورہ فرقان ع۴) اسی طرح فرعون کو بھی آیت کہا ہے۔ چنانچہ سورہ یونس ع ۱۴ میں ہے فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً اور وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ کہکر سب دنیا کو آیت قرار دیا ہے۔ پھر جانوروں کو بھی آیت کہا ہے۔ چنانچہ حضرت صالح کی اونٹنی کی نسبت ہے کہ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ اعراف ۱۰۔ اور پھر زمین و آسمان کو بھی آیت قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ إِنَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ (سورہ جاثیہ ۱) اور اسی طرح دن رات اور شہروں اور جہازوں کو بھی آیات قرار دیا ہے۔ پس کیا اس طرح یہ سب چیزیں ازلی ابدی ہیں۔ اور سب نبیوں پر فضیلت رکھتی ہیں۔ پس کلمہ سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ مسیح ازلی ابدی تھے یا یہ کہ وہ سب نبیوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ بلکہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ خداتعالے نے آپکو بھی اپنی آیات میں سے ایک آیت مقرر فرمایا تھا۔ پس ہرگز ولد الزنا نہ تھے اور خدا کے برگزیدہ تھے کلمہ ان معنوں میں قرآن میں بہت جگہ استعمال کیا گیا ہے

چنانچہ فرمایا ہے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (پ ۱۰) یعنی آیات اللہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور پھر پ ۱۵ ع ۱۶ میں ہے کہ وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتٰبِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی لا بایاتہ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ پ ۲۵ ع ۴ - اور اسی طرح وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ پ ۹ ع ۱۵

پھر کلمہ کے معنی بشارت بھی آئے ہیں چنانچہ خداتعالے فرماتا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ پ ۱۱ ع ۱۲ یعنی ان لوگوں کے لئے دنیا و آخرۃ میں بشارتیں ہیں اور خداتعالے کی بشارتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ اور اللہ کی بشارت حاصل کرنا تو ایک بڑی کامیابی ہے

پس اس صورت میں اُس آیت کے یہ معنے بنینگے۔ کہ مسیح عیسٰی ابن مریم اللہ تعالےٰ کا ایک رسول ہے۔ اور ایک بشارت ہے۔ جو اُس نے مریم کو دی پس اس صورت میں بھی حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء پر کوئی فضیلت نہیں ملتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بشارتیں تو ہر ایک نبی کو ملتی ہیں۔ اور وہ بشیر ہو کر دنیا میں آتے ہیں۔ حضرت مسیح کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں۔ اور نہ آپ کی ازلیت و ابدیت ثابت ہوتی ہے یہ محاورہ بھی قرآن شریف میں کئی جگہ استعمال ہُوا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یعنی یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَبِشَارَاتِهٖ آگے بشارتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ انعامات کی بھی اور عذابات کی بھی جیسے کہ فرمایا ہے کہ بَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ غرض کہ ایک اور جگہ عذاب کی نسبت فرمایا کہ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ پ۱۱ ۹ اور پھر فرمایا کہ تَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ پ۱۲ ۱۰ پھر فرمایا کہ وَلَوْلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیْنَھُمْ پ۲۵ ۳ - غرض کہ بہرحال حضرت مسیح بشیر یا نذیر ثابت ہوتے ہیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس کی وجہ سے آپکو کل انبیاء پر فضیلت دی جائے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ - اور پھر سورہ کہف میں ہے کہ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ رکوع ۸ پس خدا تعالےٰ نے سب انبیاء کو مبشر و منذر کہا ہے اگر حضرت مسیح کو بھی کہا - تو کچھ بڑی بات نہ تھی +

پھر کلمہ کے معنے تدبیر کے بھی آئے ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ؕ (سورہ توبہ ع۶) یعنی اگر تم رسول کی مدد نہ کرو - تو اللہ نے تو اسکی اسدن بھی مدد کی تھی - جب کفار نے اسے اس حالت میں نکالدیا تھا - کہ وہ صرف دو ہی تھے - اور جب کہ وہ دونوں غار میں تھے تو وہ (آنحضرت) اپنے ساتھی (حضرت ابوبکر) سے کہتا تھا - کہ غم مت کر اللہ ہمارے ساتھ ہے - پس اللہ نے اُسپر اپنی سکینت اتاری اور ایسے لشکروں سے مدد دی - کہ جنکو وہ نہیں دیکھتے تھے - اور کفار کی تدبیروں کو ناکام کر دیا - اور اللہ کی تدبیر ہی اونچی ہوتی ہے اور اللہ تو بڑائی والا اور حکمت والا ہے پس اگر آیت زیر بحث میں کلمہ کے معنے تدبیر کے لئے جائیں - تو بھی مسیحیوں کو ہاتھ پیر مارنے کی

کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کیونکہ ہر ایک نبی خدا تعالےٰ کی خاص تدبیر کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورہ اعراف ۱۳) یعنی کیا یہ لوگ اللہ کی تدابیر سے مطمئن ہوگئے ہیں۔ مگر کوئی بھی اللہ کی تدابیر سے بیخوف نہیں ہوتا مگر وہ قوم جو ٹوٹے میں ہو۔ پس معلوم ہوا۔ کہ ہر ایک نبی خدا تعالےٰ کی تدابیر میں سے ایک تدبیر ہوتا ہے جو کہ خاسر دل لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے آتا ہے پس حضرت مسیح کی کیا خصوصیت ہوئی جیسے اور انبیاء ہیں ویسے ہی آپ بھی ہوئے ہیں۔ پھر کلمہ سے مراد کلمہ کُن بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح کلمہ کُن سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس میں یہ مناسبت بھی ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے۔ اور انکے لئے بھی کلمہ کن کو استعمال کیا ہے۔ اور حضرت مسیح کی ولادت کے ساتھ ہی لکھا ہے کہ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ اس جگہ کلمہ سے مراد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن فرمایا۔ اور آپ کی ولادت ہوگئی۔ اور یہ اسلئے لکھا کہ عام طور کی ولادت سے آپ کی ولادت ذرہ مختلف تھی۔ چنانچہ ابن جریر اور امام فخر رازی اور نواب صدیق حسن خاں نے اپنی اپنی تفسیر جامع البیان تفسیر کبیر و فتح البیان میں یہ بات لکھی ہے۔ اور یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جو کہ بڑے تابعی گزرے ہیں پھر لفظ کلمہ سے مراد اہل کلمہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کے معنے یہ بنینگے۔ کہ مسیح عیسےٰ ابن مریم خدا کا رسول تھا۔ اور اسکے کلام سے مشرف تھا جسے اسنے بطن مریم سے پیدا کیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اسکی مثال مل سکتی ہے جیسا کہ سورہ یوسف میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا یعنے اہل قریہ سے پوچھ اور یہ عرب کا

محاورہ ہے کہ وہ اس طرح کلام کر لیتے ہیں۔ پس اس طرح بھی مسیح کی کچھ فضیلت ثابت نہیں ہوتی پھر کلمہ کے معنے اس کل عالم کا ذرہ ذرہ بھی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورہ لقمان ۱۲)

اب اسجگہ خدا تعالےٰ نے مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو ہی کلمہ کہا ہے۔ پس کوئی معنے بھی لو حضرت مسیح کی ازلیت اور ابدیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی اور نہ انکی دوسرے انبیاء پر فضیلت ہی ثابت ہوتی ہے باقی رہا کلام کا مجسم ہونا سو ہمارے اسلام میں تو اسکو جائز ہی نہیں رکھا گیا۔ ہاں پادری صاحبان کی کتاب میں ہی لکھا ہے کہ کلام مجسم ہو جاتا ہے مگر وہاں صرف مسیح کی خصوصیت نہیں بلکہ سب دنیا جہان کو خدا کا مجسم کلام ہی لکھا ہے چنانچہ یوحنا باب ۱۔ آیت ۱-۲-۳ "ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُس سے موجود ہوئیں۔ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جو بغیر اُسکے ہوئی" پس نہ صرف مسیح ہی بلکہ میں بھی اور پادری صاحب بھی اور دیگر مخلوقات ازلی ابدی ٹھہری۔ غرض کلمہ کے لفظ سے ہرگز مسیحی صاحبان کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اب ہم لفظ روح کو لیتے ہیں ÷

روح دوسرا لفظ جس سے مسیح کو دیگر انبیاء پر فضیلت دی جاتی ہے وہ روح کا ہے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کی نسبت روحٌ منہ کا لفظ فرمایا ہے مگر یاد رہے کہ یہ لفظ قرآن شریف میں تین رنگ میں استعمال ہوا ہے اور کسی معنے کے لحاظ سے بھی مسیح کی کوئی فضیلت ظاہر نہیں کرتا

اول معنے کلام الٰہی کے ہیں جیسے کہ فرمایا يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ پ۱۴، یعنے ملائکہ خدا تعالٰے کے حکم سے جس بندہ پر وہ چاہتا ہے کلام الٰہی لیکر اُترتے ہیں۔ اب اس جگہ سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔ ورنہ اگر دوسری روح ہوتی۔ تو علیٰ من یشاء من عبادہ نہ آتا۔ کیونکہ زندہ تو ہر ایک انسان ہے۔ کوئی بھی بغیر روح کے زندہ نہیں۔ دوسری یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ حضرت مریم اور مسیح کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ بہت سے بندے اس میں شامل ہیں۔ دوسری آیت یہ ہے۔ کہ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ پ۲۴ یہاں وہی دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ روح یہاں کلام کے معنی میں آیا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مسیح کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔ تیسری آیت یہ ہے کہ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ پ۲۵، اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب روح قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسکی تصدیق میں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ وَقَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ هٰذَا كُلُّهٗ مَعْنَاهُ الْوَحْيُ يُسَمّٰى رُوْحًا لِاَنَّهٗ حَيٰوةٌ مِّنْ مَوْتِ الْكُفْرِ فَصَارَ بِحَيَاتِهٖ لِلنَّاسِ كَرُوْحِ الَّذِيْ يُحْيَا بِهٖ جَسَدُ الْاِنْسَانِ۔ لسان العرب جلد ۳۔ دوسرے کلام الٰہی کے لانیوالے فرشتہ کے لئے بھی بولا گیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ پ۱۹-۱۵۔ اور پھر قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ پ ۱۴ ع ۲۰ اور
پھر اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ
پ ۱ ع ۱- اور پھر یہی آیت دوبارہ پ ۳ ع ۱ میں فرمائی ہے۔ اور اسی طرح فرمایا کہ
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا
بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ
اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا پ ۱۶ ع ۵ تیسرے معنے
نفس انسانی کے ہیں جیسا کہ آتا ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ
مَّهِيْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ پ ۲۱ ع ۱۴- اور پھر فرمایا۔ کہ
فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ پ ۱۴ ع ۳
اور پ ۲۳ ع ۱۴۔ پس ان تینوں صورتوں میں کسی صورت میں بھی مسیح دوسرے انبیا
پر فضیلت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر کلام کے معنے لئے جائیں۔ تو سب نبیوں سے
کلام ہوا ہے۔ اور سب کو کلام وحی کیا گیا ہے۔ اور اگر جبرئیل کے معنے لیں۔ تو بھی
کوئی تعجب نہیں۔ کہ حضرت مسیح کو خدا تعالےٰ نے بسبب صاحب وحی ہونیکے
روح کہدیا ہو۔ اور اگر معمولی نفس کے معنے کریں۔ تو سب دنیا اس میں شریک ہے
پس حضرت مسیح کسی رنگ میں بھی شرکت سے خالی نہیں رہتے۔ پس آپ کو ان
الفاظ سے دوسرے انبیاء پر کچھ فضیلت نہیں حاصل ہوتی۔ اور ان الفاظ سے
کوئی فضیلت نکالنا مسیحی صاحبان کی دھینگا دھانگی ہے۔ اور قرآن شریف سے
کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح کل انبیاء پر بغیر کسی استثناء کے فضیلت
رکھتے تھے ہاں آپ ایک اولو العزم نبی تھے اور خدا تعالےٰ کے نیک بندوں
میں سے تھے مگر یہ ہم کبھی نہیں مان سکتے۔ اور سخت کفرانِ نعمت ہے۔ اگر ہم
مان لیں۔ کہ آپ کل انبیاء سے اعلیٰ رتبہ رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم بہرحال آپ سے فضیلت رکھتے تھے۔اور ہر رنگ میں کامل تھے اور کوئی نبی آپ کی برابری کسی بات میں بھی نہیں کرسکتا نہ علوم الہیہ میں نہ تقویٰ اللہ میں نہ معرفت کاملہ میں نہ شریعت مستقلہ میں نہ شفقت لاثانیہ ہیں نہ اخلاق جمیلہ میں نہ صفات حمیدہ میں نہ حسن صورت میں نہ جلائے سیرت میں نہ صفائی قلب میں نہ شیرنی لسان میں نہ ادائے بیان میں نہ شجاعت میں نہ سخاوت میں۔نہ بندہ پروری میں نہ سخن گستری میں انکے ذرہ ذرہ نے وہ جلا پائی۔کہ ہزار ہزار سورج کی روشنی سے بڑھکر روشن ہوگیا۔آپ خداتعالے کی محبت میں ایسے محو ہوئے کہ خداتعالے کے محبوب بنگئے جو طالب تھا۔وہ مطلوب ہوگیا جو عاشق تھا۔اُس نے معشوق کا درجہ پایا۔پس ہم کسی طرح بھی یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ آپ کے دامن پاک پر کوئی دھبا لگانے کی کوشش کرے۔اگرچہ چاند پر خاک ڈالنے والے کے ہی منہ پر خاک پڑتی ہے اور سورج پر تھوکنے والا گویا اپنے منہ پر ہی تھوکتا ہے۔مگر پھر بھی بحکم وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

سورہ بقرہ ۲۴ پ۲

اُن اعتراضات رذیلہ کا جو آنحضرت کی ذات اور اسلام پر کئے جاتے ہیں جواب دینا ضروری ہوتا ہے۔اور یہ اعتراض عظمت مسیح ازروئے قرآن کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ آنحضرت کی ذات اور اسلام دونوں پر حملہ ہے اور سخت حملہ ہے کیونکہ اگر قرآن شریف میں سے حضرت مسیح کی فضیلت آنحضرت پر ثابت کردیجائے۔تو یہ آنحضرت کی ذات پر تو یوں حملہ ہے کہ آپ کی کل فضیلتیں جنکے ہم مدعی ہیں باطل ہوجاتی ہیں۔اور اسلام پر اسلئے کہ قرآن شریف میں گویا کہ اختلاف ہے کہ ایک جگہ کسی کو افضل قرار دیتا ہے۔اور دوسری جگہ کسی اور کو

مگر اس سے بھی زیادہ ہم خدا تعالیٰ کی ذات پر کوئی حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اور ایک مومن کی روح کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں کوئی گستاخی کا لفظ سنے فیصلہ کرنیوالا تو وہ آپ ہی ہے۔ مگر محبت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ اسلئے ہم مشرک کی بات کھلی نہیں سن سکتے اور کوئی بڑائی جس سے شرک لازم آئے۔ کسی فرد بشر کی نسبت منسوب نہیں کر سکتے اسی لئے ہمکو مجبوراً حضرت مسیح کے اُن معجزات کا جو شرک کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور قرآن شریف ہماری تائید کرتا ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ روح منہ سے کوئی ایسے معنے بھی نکلتے ہیں۔ کہ جن سے حضرت مسیح کو کوئی ایسی فضیلت ملتی ہے۔ کہ جس سے اس میں خدائی کا رنگ ماننا پڑے۔ تو یاد رکھو کہ اس آیت میں مسیح کو روح کہکر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ پس روح کے کوئی ایسے معنے لینے جو خلاف تفسیر قائل ہوں کسی طرح جائز نہیں ہو سکتے

مسیح کے معجزات

قرآن شریف کی اس آیت سے کہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ پ ۵ یعنی جب کہا اللہ نے اے عیسیٰ ابن مریم

یاد کرو میری نعمتوں کو جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہوئیں جب کہ میں نے تجھے روح القدس سے مدد دی۔ اور تو لوگوں سے جھولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرتا۔ اور جب کہ تو تجویز کرتا۔ کہ طین سے ہیئۃ الطیر کی طرح بناوے۔ میرے اذن سے پھر پھونکے اس میں پس وہ اڑنے لگتا تھا میرے حکم سے۔ اور تو بری کرتا تھا۔ اکمہ کو اور ابرص کو میرے حکم سے اور سبب کہ تو مردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا۔ اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکدیا۔ جبکہ تو انکے پاس بینات لیکر آیا۔ پس اُن لوگوں نے جو کافر ہوئے ان میں سے کہا۔ کہ یہ تو ایک دلربا بات ہے۔ جو جدائی ڈالنے والی ہے اب اس آیت سے مسیح کی طرف ایسے معجزے منسوب کئے جاتے ہیں۔ کہ جو بالکل اس آیت سے نکلتے ہی نہیں۔ حتیٰ کہ بعض شرک کی حد تک بڑھ گئے ہیں۔ پہلا معجزہ جو بیان کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ آپ مہد میں بولے مگر میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس میں کیا بات ہے۔ اور کونسا کمال ہے۔ ایک دوسری جگہ پر قرآن شریف میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے فی المھد صبیًّا اب ہم دیکھتے ہیں۔ تو صباء کا لفظ اول تو کل چھوٹے بچوں پر جو چار پانچ سال کے ہوں۔ بولا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اسکو محدود بھی کردیں۔ تو کم سے کم اسکی مدت دودھ چھڑانے تک کی ہے یعنے اڑھائی سال تک سو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض بچہ سال تک ڈیڑھ سال تک اور بعض بعض بچے اڑھائی سال تک خوب بول سکتے ہیں اور اچھی طرح باتیں کرسکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عجوبہ پسند طبیعتیں سیدھی بات کو کھینچ کھانچ کر کہیں کی کہیں لے جاتی ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ کوئی ایسی خصوصیت نہیں جس سے حضرت مسیح کو دوسرے انبیاء پر کوئی خاص فضیلت ہے کیونکہ بات حافظہ کے متعلق ہے ہوشیار بچے صبا کی عمر میں خوب اچھی طرح بولنے لگجاتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ اور ایک لڑکا پانچسال کا حافظ ہارون رشید

کے پیش کیا گیا تھا۔ اور بہت سی ایسی نظیریں ملتی ہیں۔ کہ جنکو دیکھکر حضرت مسیح کا صبا میں ایک دو فقرے بولنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ پھر اس میں عجوبہ کیا ہؤا سو یاد رہے کہ قرآن شریف فضل بیان کرتا ہے عجوبہ بیان نہیں فرماتا۔ دیکھو ساتھ ہی کہل کا لفظ بھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی خلاف سنت اللہ بات بیان نہیں کی گئی۔ کہ جس دن آپ پیدا ہوئے اُسی دن بولنے لگے اور اگر ایسا ہوتا۔ تو پھر ادھیڑ عمر میں بولنے کا لفظ خدا تعالےٰ ساتھ نہ لگاتا۔ علاوہ ازیں اس بات میں بھی مسیح اکیلے نہیں۔ حضرت یحیٰی کے لئے بھی آیا ہے کہ اٰتیناہ الحکم صبیا۔ اور پھر انہیں دو پر حصر نہیں کیا۔ خدا جانے کتنے لوگ اس فضل سے متمتع ہوئے ہیں۔ حدیثوں میں ایک جریج نامی اور ایک عورت کے بچہ کا ذکر ہے۔ اسکا اصل باعث یہ کیوں نہ ہو کہ عورتوں کو بچوں کی زندگی اور گونگا ہونیکا فکر رہتا ہے۔ اس بشارت نے صدیقہ مریم کے دونوں فکر دنکا ازالہ کر دیا۔ اسکے بعد خلق طیر کا مسئلہ ہے۔ سو یاد رہے۔ کہ قرآن شریف صریح اسبابت کا انکار کرتا ہے۔ کہ کوئی مخلوق اس قسم کی خلق کر سکے۔ جس طرح کہ خدا تعالےٰ کرتا ہے۔ اور کوئی نبی خواہ کتنا بڑا ہو اس بات کو نہیں کر سکتا۔ اس صفت کا کسی اور کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے اور شرک ہے۔ اور قرآن شریف کے صریح اصول کے برخلاف ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْھِمْ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ سورہ رعد ۲ یعنے کیا بناتے ہیں اللہ کے لئے شریک جنھوں نے خلق کیا۔ جسطرح اللہ نے خلق کیا۔ اور دونوں خلقیں انکے لئے ایک سی ہی ہو گئیں کہہ اللہ ہی خالق ہر ایک شئے کا ہے اور وہ ایک ہے اور قہار ہے سو یاد رہے۔ کہ

اس آیت سے صاف نکلتا ہے۔ کہ ایسی خلق جو خلق خدا سے متشابہ ہو کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سورہ حج کے آخری رکوع میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ یعنی جن لوگوں کو تم خدا کے سوا معبود کہتے ہو۔ وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ گو سب کے سب اکٹھے ہو جائیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں صفات الوہیت دیجئی ہیں۔ اور اس آیت میں لکھا ہے۔ کہ وہ مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے۔ پھر جانور کیونکر پیدا کئے *

پس ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے ہی ہاتھ میں ہے کہ ایک جانور کو زندہ کرے اور اسکو طاقت پرواز دے۔ اسلئے ہم کسی صورت میں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی اور شخص اس قسم کی خلق کر سکتا ہے۔ خواہ بلا اذن یا باذن کیونکہ خدا تعالےٰ اپنی صفات کسی اور کے سپرد نہیں کرتا۔ اور اگر اذن کا دروازہ کھلا تو شرک کچھ چیز ہی نہیں رہتا۔ مشرک بھی اپنے بتوں کو بذات خود طاقتور نہیں مانتے بلکہ یہی یقین کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کے اذن سے سب کام کرتے ہیں۔ پس مسیح کے بارہ میں اذن سے خلق کو منسوب کرنے سے قرآن شریف کی شرک کے متعلق جس قدر تعلیم ہے سب کو باطل کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے کوئی راہ نہیں۔ کہ ہم حضرت مسیح کی طرف اس صفت کو منسوب کر سکیں۔ اور باذن اللہ سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ یہ کوئی عجیب بات تھی۔ کیونکہ نیک لوگوں کا ہر ایک کام اذن اللہ کے ماتحت ہی ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّہِمْ اور اسی طرح نبات کی نسبت فرمایا یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ رَبِّہٖ پس اس سے بے نظیر اور اور انبیاء کے خلاف فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اسجگہ مسیح کے معجزات کے ساتھ اذن کا لفظ تو اسلئے لگایا ہے کہ تا مسیحی اسکو

صفت الوہیت نہ سمجھ بیٹھیں۔ غرض کہ جب اصل خلق قرآن شریف کے اصول کے برخلاف ہے تو اسکے ایسے معنے کرنے ہونگے جو اصول شریعت اور فطرت کے مناسب ہوں۔ اور قرآن کریم نے تو اسکے معنوں کے اصل کو بہت ہی کھولدیا ہے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ یہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا یعنے جیسے اور اولوالعزم نبی کیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بھی ایک جماعت زمینی لوگوں میں سے چنی۔ اور اُنکو علم الٰہی سے بہرہ مند کر کے طیر بنادیا یعنے وہ اعلیٰ علوم دینیہ سے واقف ہو کر آسمان کی طرف اور اللہ تعالےٰ کے قرب کی طرف پہنچے۔ ورنہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ایک مورت کو اڑادینا تو کچھ معجزہ نہیں غرض کہ اصل خلق طیر جو کسی رنگ میں بھی خدا تعالےٰ کی خلق کے مشابہ ہو۔ قرآن شریف سے ناممکن ہے۔ اور دوسری خلق مسمریزم والی ہے اس سے ایک نبی کی کوئی ایسی عظمت نہیں۔ ہاں تیسری طرز سے وہ خالق طیر باذن اللہ ہو سکتے ہیں۔ اور وہ سب نبیوں کا کام ہے۔ اُن میں کوئی خصوصیت نہیں اور بہر حال مسیح کی خصوصیت کچھ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے تو عصا کا سانپ بنادیا اور حضرت مسیح نے جو طیر بنائے اُس میں تو ہیئۃ الطیر بنانی پڑی حضرت موسیٰ نے بغیر ہیئۃ حیۃ بنانے کے اُسے سانپ بنادیا تو وہ بہر حال افضل رہے۔ سو اس طرح بھی مسیح کی فضیلت کل انبیاء پر صادق نہ آئی تیسری بات آپ کی نسبت برائت اکمہ ابرص منسوب کی جاتی ہے۔ سو دیکھنا چاہیئے کہ اکمہ کے دو تین معنے ہیں۔ ایک یہ کہ مادر زاد اندھا ہو دوسرے یہ کہ بعد نظر کے اندھا ہوا ہو اور تیسرے یہ کہ اندہراتے کی مرض ہو گئی ہو سو یاد رہے کہ اسجگہ پہلے دونوں معنے کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتے کیونکہ بری کے معنے ہیں پاک کرنا

یا بیماری سے شفا دینا مگر آنکھ کا پھوٹ جانا تو کوئی بیماری نہیں۔ اندھا کبھی نہیں کہتا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں کیونکہ بیماری کہتے ہیں کسی عضو میں فتور آ جانے کو مگر جب وہ عضو ہی نہ ہو تو پھر اُسکا نام بیماری نہ ہو گا۔ پس اس آیت کے یہ معنے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ کہ آنکھیں پھوٹ گئی ہوں۔ تو وہ پھر بنا دیتے تھے کیونکہ اُسکے لئے بری کا لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی بیماری آنکھ کی سینکڑوں بیماریوں میں سے اندھراتے کی بیماری کو بھی اکمہ کہتے ہیں سو ہم کو اکمہ کے معنے یہی کرنے پڑینگے۔ کہ اندھراتے کے مریض کو اور مبروص کو شفا دیتے تھے۔ سو یہ کچھ ایسی بات نہیں۔ کہ جس سے اُن کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہو جائے۔ کیونکہ ان مرضوں کے علاج دنیا میں دوسرے حکیم بھی کرتے ہی ہیں۔ اور ہم نے تو اپنی آنکھوں سے آنحضرت کے ایک غلام کی ہی دعا سے ایک ہلکا ہُوا ہوا انسان اچھا ہوتے دیکھا ہے کہ جسکا اچھا ہونا آجتک ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ کسولی سے علاج کر کے جب واپس آیا تب بیمار پڑا۔ اسکا نام عبد الکریم ہے آجکل حیدرآباد میں موجود ہے۔ پس ہم پر اس معجزہ سے کیا رعب پڑ سکتا ہے۔ اس آیت کے ایک اور بھی معنے ہیں۔ اور وہی یہاں زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ مرض کے مقابلہ میں قرآن کریم نے شفا کا لفظ فرمایا ہے خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ و السلام کا قول ہے۔ اذا مرضت فھو یشفین اور بری کا لفظ زیادہ تر الزام کے دور کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت مسیح نے اکمہ اور مبروص کو بری قرار دیا۔ بنی اسرائیل میں اکمہ اور مبروص بہت گندے سمجھے جاتے تھے۔ اور عبادتخانوں میں اور شہروں میں انکا داخل ہونا ممنوع تھا۔ سو حضرت مسیح نے آکر انکو اس دکھ سے بچایا۔ اور انکو بری کر دیا چنانچہ

توریت کی کتاب احبار باب ۲۱ آیت ۱۸-۲۰ میں لکھا ہے کہ "کیونکہ وہ مرد جس میں کچھ عیب ہے نزدیک نہ آوے جیسے اندھا یا لنگڑا یا وہ جس کی ناک چپٹی ہو۔ یا اُسکے عضووں میں کچھ کمی بیشی ہو۔ یا وہ جس کا پاؤں یا ہاتھ ٹوٹا ہو۔ یا کبڑا ہو یا بونا یا جس کی آنکھ میں نقص ہو یا دانت یا کھجلی بھرا یا خسیا اسکا پچکا ہو" اور پھر مبروص کی نسبت کتاب گنتی باب ۵ آیت ۱-۳ "پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کرکے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کو حکم کر کہ ہر ایک مبروص اور ہر ایک جریان والا اور جو مردہ کے سبب ناپاک ہے انکو خیمہ گاہ سے باہر کر دیں کیا مرد اور کیا عورت دونوں کو نکالو۔ تم انہیں خیمہ گاہ سے باہر کر دو۔ تاکہ وے اپنے خیمہ گاہوں کو جن کے درمیان میں رہتا ہوں۔ ناپاک نہ کریں" پس توریت نے آنکھ کے مریضوں اور مبروصوں کو بہت ناپاک قرار دیا تھا۔ سو مسیح نے آکر انکو بری کر دیا چنانچہ اُسکی تصدیق قرآن شریف کی یہ آیت بھی کرتی ہے جو حضرت مسیح کی نسبت آئی ہے کہ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ کیونکہ سارے قرآن مجید میں سوا اس اکمہ اور مبروص کے حکم کے اور کوئی بات ایسی نہیں ملتی۔ جو انکے لئے توریت میں حرام ہوئی ہو۔ اور پھر حضرت عیسیٰ نے اُسے جائز کر دیا ہو۔ پس اس صورت میں اس آیت کے یہ معنے ہونگے کہ حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے بری کر دیا آنکھ کے مریضوں کو اور مبروص کو چنانچہ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ کی آیت کریمہ اسکی تصدیق کرتی ہے اور تیسرے معنے ایک اور بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ روحانی اندھوں اور مبروصوں کو وہ اچھا کرتے تھے سو اسکی بھی قرآن شریف میں بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ اور قرآن شریف میں اندھے کا لفظ روحانی اندھوں پر بھی بولا گیا ہے جیسے کہ آتا ہے کہ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۵ پ ۱۴۔ اور پھر آتا ہے کہ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۵ پ ۲۰۔ ۱۔ اور پھر سورہ فُصِّلَت رکوع ۲ میں بھی لفظ ہدایت کے مقابل رکھا گیا ہے۔ جیسے فرمایا کہ واما الثمود فهدينا هم فاستحبوا العمى على الهدىٰ چنانچہ قرآن شریف کو بھی بصائر کہا گیا ہے جیسا کہ فرمایا هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ پ ۹ ۱۴ اور پھر سورۂ یوسف میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ ادعوا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ انا ومن اتبعنى رکوع ۱۲ غرض کہ اندھے سے مراد روحانی اندھے ہیں جیسا کہ قرآن شریف کے محاورہ سے ثابت ہے۔ اور یہ کام سب انبیاء کرتے ہیں حضرت مسیح سے خصوصیت نہیں ؞

آخری بات جو حضرت مسیح کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ وہ مردوں کا زندہ کرنا ہے۔ اور وہ ان دو آیات سے لیا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے کہ تخرج الموتیٰ اور پھر احی الموتیٰ باذن اللّٰہ مگر یاد رہے کہ ان آیات سے ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا۔ کہ حضرت مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے کیونکہ ایسا کہنا اسلامی اصولوں کے مطابق ایک بڑا بھاری شرک ہے۔ اور حضرت احدیت کی سخت گستاخی ہے اور شریعت اسلام اسے ہرگز جائز قرار نہیں دیتی کیونکہ قرآن شریف اسکا بالکل انکار کرتا ہے۔ پس یاد رہے۔ کہ اس قسم کے مسئلہ کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرنا بالکل نادانی اور غلطی ہے اور واقعات صریحہ کو چھپانا ہے۔ اور سورج پر پردہ ڈالنا ہے مگر کیا کبھی سورج کسی کے چھپائے سے چھپتا ہے یہ ممکن ہے کہ آدمی خود اپنے سامنے پردہ ڈال لے۔ مگر سورج نہیں چھپ سکتا۔ دیکھو قرآن شریف میں صاف طور سے آیا ہے

کہ حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ط یعنی جو لوگ مرجاتے ہیں اُن پر یہ بات واجب ہوجاتی ہے۔ کہ واپس نہیں لوٹتے اور فرماتا ہے وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ط پھر یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص کسی کو زندہ کرسکے۔ پھر اور دیکھو کہ خداتعالےٰ اس صفت کو قرآن شریف میں صرف اپنی طرف ہی منسوب کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَاَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۸ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ۔ پس باوجود اس ثبوت کے اول تو اس دنیا میں مردوں کا واپس آنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اور دوسرے خداتعالےٰ صفت احیاء موتیٰ کو اپنی طرف خاص کرتا ہے۔ حضرت مسیح کی طرف اس صفت کو منسوب کرنا بالکل غلط اور اسلامی اصولوں کے برخلاف ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف نے اس لفظ کو انسانوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ سو مختلف آیات سے جو معنے نکلیں۔ وہی ہمکو لینے پڑینگے۔ کیونکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے مطابق قرآن شریف جو آپ کسی لفظ کے معنے بتائے ہیں وہی ماننے کے قابل ہیں۔ اور باقی سب معنے باطل ٹھہرینگے۔ سو یاد رہے کہ لفظ احیاء قرآن شریف میں بنی اسرائیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَکَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ط وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ط سو اگر اسکے معنے زندہ کرنیکے لئے جائیں گے تو ثابت ہوگا کہ کل بنی اسرائیل مارنے اور جلانے کی طاقت رکھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف کا قطعاً یہ منشاء نہیں اور نہ واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ اور نہ آنحضرت نے یا صحابہ نے یا کسی اور مسلمان نے کبھی اسکے یہ معنی

گئے۔ اور اگر یہودیوں میں یہ طاقت ہوتی۔ تو وہ آج اس طرح ذلیل کیوں ہوتے ساری دنیا کو ہلاک کر کے آپ بادشاہ نہ بن بیٹھتے۔ غرض اس آیت میں احیاء کے معنے نفس مردہ میں جان ڈالنے کے ایک بیوقوف سے بیوقوف آدمی نہیں کرسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ بمطابق محاورہ قرآن شریف کے جب احیاء کا لفظ بندوں کے لئے آئے تو اور ہی معنی ہوتے ہیں یعنے امن دینا یا روحانی زندگی یعنے معرفت عطاء کرنی۔ چنانچہ جہاں جہاں یہ لفظ بندوں کے لئے آیا ہے اسکے یہی معنے گئے گئے ہیں۔ اور میرے کئے ہوئے معنوں کے مطابق ہی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے پھر حضرت مسیح کے لئے یہ لفظ جب استعمال ہو۔ تو اسکے ایک نئے معنے کیوں بنائے جائیں۔ وہ کونسی خصوصیت ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ایسا کیا جائے۔ آخر کچھ تو ثبوت چاہیئے کہ جو ہمکو مجبور کرے۔ کہ جب احیاء کا لفظ اوروں کے لئے آئے تب تو اسکے معنے علم و معرفت یا امن بخشنا یا تکلیف سے بچانے کے لئے آئیں لیکن جب حضرت مسیح کے لئے آئے۔ تب اسکے معنے مردہ زندہ کرنے کے ہوں۔ اور یہ تو عقل سے بھی بعید ہے کہ حضرت مسیح نے مردہ زندہ کئے ہوں اور پھر بھی لوگ اُس پر ایمان نہ لائے ہوں۔ پھر تو چاہیئے تھا۔ کہ سب دنیا آپ پر اُمنڈ آتی۔ اور چونکہ موت و حیات کا سلسلہ لگا ہوا ہے اسلئے کوئی خاندان نہ رہتا کہ جو آپ کے قدموں میں آکر نہ گرتا۔ اور آپ کے طفیل اپنے مردوں کو زندہ کرتا اور آیندہ کے لئے چاہیئے تھا۔ کہ موت کا سلسلہ ہی بند ہو جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کی اُس زمانہ کے لوگوں نے سخت مخالفت کی۔ یہانتک کہ آپکو سولی پر لٹکا دیا۔ کافر کا تو دل ہی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ کے برخلاف ایک لفظ بولنا بھی کفر سمجھا جاتا۔ نہ کہ یہ شوخ چشمی دکھائی جاتی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردہ زندہ کرنیکا کام انھوں نے کبھی نہیں کیا

چنانچہ قرآن شریف کی اور آیات بھی اسکی ممد میں جیسا کہ قرآن شریف میں آنحضرت کی نسبت ہے کہ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَمَنْ تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ پ ۲۲-۱۵ اب اس آیت میں خداتعالےٰ نے پاک لوگوں کو آنکھوں والا اور نور اور سایہ اور زندہ قرار دیا ہے اور اسکے متقابل میں کفار کو اندھا اور اندھیرا اور دھوپ اور مردہ قرار دیا ہے۔ تو اب فرمایئے کیا یہاں بھی زندہ کے معنے زندہ کئے جائینگے۔ تو اسکے یہ معنے بنینگے کہ جس قدر لوگ دنیا میں زندہ ہیں وہ تو سب مومن ہیں۔ اور جس قدر مردہ ہیں سب کافر۔ افسوس اور تعجب ہے کہ آخر کونسی خصوصیت ہے۔ کہ اس لفظ کے معنے مسیح کے بارہ میں مُردہ زندہ کرنیوالے کے کئے جائیں جب کہ وہی لفظ آنحضرت کی نسبت بھی آیا ہے اور وہاں اسکے معنے روحانی زندوں کے کئے جاتے ہیں۔ غرض حق یہ ہے کہ انسان کی نسبت جب یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو ہمیشہ اس کے معنے اور ہی ہوتے ہیں۔ کبھی بھی مردہ زندہ کرنیکے نہیں ہوتے۔ اسجگہ یہ بھی یاد رہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ آنحضرت اس قسم کے احیاء سے قاصر تھے قرآن شریف میں آتا ہے۔ کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ پ ۹-۱۷ یعنے اے مومنو جب خدا اور اسکا رسول تم کو زندہ کرنے کے لئے بلائے تو تم انہیں فوراً جواب دیا کرو۔ پس اس آیت سے علاوہ اسکے کہ آنحضرت میں بھی اس قسم کے مردے زندہ کرنے کی صفت

ثابت ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احیاء کے معنے علم عطا کرنے کے ہیں چنانچہ ہمارے آنحضرت نے تو ہزاروں ہزار لوگونکو زندہ کیا حضرت مسیح نے تو صرف معدودے چند آدمیوں کو زندہ کیا تھا۔ پھر ایک اور آیت ہے۔ جس میں احیاء کے معنے، عطاء علم کئے گئے ہیں یعنی اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ پ ۸ ع ۲ اس جگہ مومنوں کو زندہ لکھا گیا ہے اور کافرین کو اندھیرے میں پڑے ہوئے تو معلوم ہوا کہ جس قدر زندہ لوگ ہیں۔ وہ سب تو مومن ہیں۔ اور جس قدر مردہ ہیں یا نہ خانوں یا اندھیرے گھروں میں رہتے ہیں۔ وہ سب کافرین ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسجگہ احیاء کے معنے علم کے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ کیا جسے خدا نے بےعلمی سے علم کے درجہ پر ترقی دی۔ اور نور بخشا۔ وہ بے علمی کے اندھیرے میں پڑے ہوئے کے برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر ایک اور آیت ہے۔ وہ اس لفظ کے معنے خود ہی کردیتی ہے اور ابتک تو ہمنے دیگر آیات سے اقتباس کیا ہے اب وہ آیت لکھتے ہیں جس میں خدا تعالےٰ نے صاف لکھدیا ہے کہ احیا کے معنے ہیں علم دینا چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ لیهلك من هلك عن بينة ويحيي من حي عن بينة پ ۱۰ یعنے تا کہ ہلاک ہوجائے جو ہلاک ہوا بیّنات سے اور زندہ ہوجائے جو زندہ ہوا بیّنات سے۔ اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ احیاء کے معنے ہیں بیّنات سے مستفید ہونا اور علم حاصل کرنا پس جب کہ حضرت مسیح کی نسبت جو احیاء کا لفظ آیا ہے اسکے معنے بموجب قرآن شریف کی نصوص صریحہ کے اعطاء علم ہیں اور یہ سب نبی کرتے ہیں تو آپ کی خصوصیت کل انبیاء پر ثابت نہ ہوئی اور یہی منشا تھا۔ کہ جو حملے قرآن

کئے گئے ہیں۔ انکو دور کیا جائے۔ اب اسجگہ میں ایک دو مثالیں خود بائبل سے بھی دیتا ہوں تاکہ یہ بات بھی معلوم ہو جائے کہ احیاء کے معنی بائبل نے بھی اعطاء علم کے کئے ہیں۔ لوقا باب ۱۰ آیت ۲۷ میں ہے کہ "خدا کو سارے دل ساری جان سارے زور سے ساری سمجھ سے پیار کر اور پڑوسی کو جیسا اپنے ساتھ پیار کر تو تو جیئیگا" پس اس آیت میں یا تو احیا کے معنے یہی کرنے پڑینگے۔ کہ تو خدا کی معرفت حاصل کریگا۔ ورنہ یہ ماننا پڑیگا۔ کہ جو اپنے پڑوسی کو پیار نہیں کرتے۔ وہ مرے ہوئے ہیں۔ اور کل دہریہ جو خدا کو پیار تو کجا اسکے وجود سے ہی منکرین سب مرے ہوئے ہیں اور پھر لکھا ہے کہ "ایک شخص کا بیٹا باپ سے علیحدہ ہو گیا۔ اور دور چلا گیا۔ جب نادم ہو کر واپس آیا۔ باپ نے خوشی کی اور کہا یہ مر گیا تھا

اب جیا ہے یعنے کھو گیا تھا اب ملا ہے

پھر رومی کے خط میں باب ۶ آیت ۱۰ میں ہے کہ جو موا سو گناہ کی نسبت ایکبار موا پھر جو جیتا ہے خدا کی نسبت جیتا ہے

قرنتیون باب ۱۵ آیت ۳۱ میں پولوس کہتا ہے کہ میں ہر روز مرتا ہوں یوحنا باب ۵ آیت ۲۴ اور باب ۸ آیت ۵۱ میں ہے اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے۔ تو وہ ابد تک موت ہرگز نہ دیکھیگا" اس سے معلوم ہوا۔ کہ سوائے عیسائیوں کے سب مردہ ہیں اور عیسائی کبھی مرتے ہی نہیں یا سب بے ایمان ہیں سو اصل بات ہے کہ علم الہٰی کا نام بھی حیات ہے۔ اور انبیاء اسی طرح مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ کہ انکو علم الہٰی عطا کرتے ہیں۔ اور اگر اصل بھی مانیں تو اس میں بھی کوئی خصوصیت ثابت نہیں۔ کیونکہ سلاطین باب ۱۷ آیت ۲۲ میں ہے۔ کہ ایلیاس نے بھی مردوں کو زندہ کیا سلاطین ۲ باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے کہ الیسع نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ اور پھر باب ۱۳ آیت ۲۱ میں

ہے۔ کہ الیسع کی مردہ لاش نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ پس کسی رنگ میں حضرت مسیح کی خصوصیت نہیں رہتی۔ اب میں کافی طور سے اس بات کو ثابت کر آیا ہوں۔ کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں احیاء کا لفظ انسانوں کیلئے استعمال ہوا ہے۔ وہاں امن دینے یا علم عطا کرنیکے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ کہ خود بائبل میں بھی اسکے یہی معنے لئے گئے ہیں۔ اور آخر میں مینے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر بطریق تنزل کے مان بھی لیا جائے۔ گو ایسا خیال کرنا بھی ہمارے مذہب میں شرک ہے تو بھی حضرت مسیح اکیلے نہیں۔ اور لوگوں نے بھی مردہ زندہ کئے۔ اور اسوجہ سے مسیح کو باقی نبیوں پر کوئی فضیلت نہیں رہتی ٭

ادب

ہمارے کرمفرما مولوی عبداللہ خان صاحب کے لال گلشن احمدؐ کے نونہال مصطفےٰ خان بی اے کا کمال ایک ماہواری رسالہ ادب نام کے ذریعہ سے ظاہر ہوا ہے۔ جو کیا بلحاظ مضامین نثر و نظم و کیا باعتبار چھپوائی لکھوائی و کاغذ کی نفاست کے قابلِ قدر ہے۔ ادب بہت جلد ادیب لے ہمرنگ و ہمپایہ ہوا چاہتا ہے ہمارے احباب جو لٹریری مذاق رکھتے ہیں۔ وہ اس رسالہ کے ضرور خریدار بنیں۔ اگر آپ والئے ریاست یا کوئی جاگیردار امیر اور بڑے تاجر ہیں تو تین روپے سالانہ پر ملیگا۔ اور اگر آپ طالبعلم ہیں تو صرف دو روپے درخواستیں بنام محمد مرتضیٰ خاں عنبر مینجر ادب ایجنسی پٹیالہ۔ اس رسالہ کے مضامین پر فرداً فرداً ہم کسی اشاعت میں ریویو کرینگے

مسلم مارگ

مسلم پہچانا جاتا تھا اپنے کیریکٹر سے اپنے اعلیٰ اخلاق سے اپنی پیشانی کے نور سے جس سے اسلام کی فرمانبرداری کے نشان ہویدا ہوں۔ اپنی غیرت و شجاعت و راستبازی سے اپنی پنجگانہ نماز سے مگر اب نو ایک طبقہ کی یہ حالت ہے کہ دیکھو تو کرسٹان ہے جو پوچھو تو مسلمان اور ایک

ہنود و یہود کے خوانِ رسوم سے زلہ ربا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون غالباً اس خلط
سے محفوظ رکھنے اور پہچان کے لئے ایک صاحب نے یہ نشان بنایا ہے۔ جو
بہت خوبصورت اور موزون اور کوٹ یا واسکٹ کی زینت ہو سکتا ہے اسپر
نہایت خوشخط یا حی یا قیوم سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول لکھا ہے اور شیشہ لگا ہے پیچھے پن ہے۔ جس سے کوٹ میں اڑ
سکتا ہے قیمت بہت کم ہے ۳ر اور درجن عہ کو ملنے کا پتہ۔ ایس۔ ایف۔ ایم
عظیم اینڈ وی محمد سوداگران۔ ڈی ڈبلیو۔ لدھیانہ

اشتہار برائے ملاحظہ مبایُعین ذی اقتدار

وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا ؛ وصیت میں کیا کہہ گیا بر ملا

حضرت اقدس مغفور مرحوم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن
اتباعہ المخلصین آمین نے ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت صفحہ ۲۵ و ۲۶ میں بیعت
کرنیوالوں کو وصیت کے لئے نہایت ہی تاکیدی حکم ارقام فرمایا ہے کہ ہر بیعت کرنیوالا جو
کچھ نہ کچھ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ رکھتا ہے کم سے کم اسکے دسویں حصہ کی وصیت ضرور
ہی تحریر کر کے حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردے لہذا ذیل میں اصل حکم بغرض تعمیل
درج کیا جاتا ہے بغور پڑھ لیں۔ اور تعمیل کریں ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الٓمٓ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون" یاد رہے
کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے بلاشبہ اُسنے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے
منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ الٰہی انتظام پر اطلاع
پاکر بلا توقف اس فکر میں پڑے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں۔ بلکہ

اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں۔ وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہؓ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے خدا تعالےٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی بنا ڈالی ہے تا کہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلاوے اسلئے اسنے اب بھی ایسا ہی کیا۔ اسوقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائینگے اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھا دیا ہے اور صدق ظاہر کر دیا ہے بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزریگا اور اس سے انکی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکینگے فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضاً۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانیوالے راستبازوں میں شمار کئے جائینگے۔ اور ابد تک خدا تعالےٰ کی اُنپر رحمتیں ہونگی میں سچ سچ کہتا ہوں۔ جنہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں۔ اور اسکے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائیں گے۔ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا۔ وہ آہ مار کر کہیگا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا اور عذاب سے بچ جاتا میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹالدینگے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائینگے تب آخری وقت میں کہینگے ھٰذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

چو کار حیات است کار نہاں ٭ ہماں بہ کہ دل بگسلی زیں مکاں

نوٹ۔ جو صاحب وصیت کرنا چاہیں وہ دفتر مقبرہ بہشتی سے فارم مطبوعہ وصیت طلب کرکے پشت فارم پر جونسا مضمون وصیت مرتبہ مشیر قانونی پسند کریں وہ فارم میں حسب ہدایت مقبرہ لکھکر دفتر مقبرہ بہشتی میں بھیجدیں اور چندہ شرط اول دفتر محاسب میں حسب توفیق جمع کرادیں۔

"مقدس نبی کے مقدس حالات"

فروری کا تشحیذ الاذہان خدا کے فضل سے بہت مقبول ہوا مگر اس میں چند ایک فرو گذاشتیں ہوئی ہیں جن کی اصلاح کیجاتی ہے

(۱) صفحہ ۵۱ ایک راہب بحیریٰ نام نے انہیں پوچھا۔ بحیرا مکان کا نام ہے۔ راہب کا نام معلوم نہیں ہُوا

۲۔ پینتیسویں سال بنائے کعبہ کی ذیل میں تہمد اُتارنے سے غش آجانے کا ذکر جو لکھا گیا مورخوں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تعجب انگیز نہیں بعض کہتے ہیں بچپن کا ذکر ہے۔

۳۔ صفحہ ۵۳ "تبلیغ کے اثر" کے زیر عنوان یہ نام رہگئے آزاد غلاموں میں زید۔ غلاموں میں بلال رضؓ۔ نصاریٰ میں سے ورقہ

۴۔ سب سے پہلی وحی اقرء وربک الاکرم تک ہے

۵۔ صفحہ ۵۴۔ سطر ۱۳۔ اونٹ کی اوجھڑیاں۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اونٹنی جس نے بچہ جنا ہو اس کی نال وخون وغیرہ ڈلتے۔

۶۔ صفحہ ۵۵ سطر ۲۰۔ ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا کی بجائے یہ فقرہ چاہیئے "وہ سیدھے نہوئے"

۷۔ صفحہ ۵۶۔ سطر ۱۔ نصاریٰ نجران کا وفد۔ یہ مدینہ میں آیا نہ کہ مکہ میں

۸۔ صفحہ ۵۶ " ۱۰۔ "آپ کی اس امر میں کچھ امداد کرینگے" کی بجائے "بات سُنیں" بنالیں

۹ صفحہ " سطر ۱۶۔ ان لوگوں میں اُس وقت کچھ خیر نہ دیکھی پڑھنا چاہیئے

۱۰۔ صفحہ ۶۰ " ۲۔ 'اشرق البدر' کی بجائے اطلع البدر

۱۱۔ آغاز حرب کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات بھی قابل غور ہیں وَهُم بَدَءُوكُم أَوَّلَ مَرَّةٍ (کافروں نے تم سے پہل کی۔ اور ضعیف عورتوں اور بچوں کا منظالم کفار سے

تنگ آکر یہ دعائیں کرنا ربّنا اخرِجنا من ھذہِ القریۃِ الظالِمِ اھلھا ۔ و اجعل لنا من لدّنک ولیّاً وجعل لنا من لدّنک نصیراً

۱۲ - صفحہ ۶۳ ، سطر ۷ ۔ مکہ کی کھجوروں کو آگ لگوا دی ۔ مکہ نہیں بلکہ مدینہ کی کھجوروں کو

۱۳ - ۔ ۔ سطر ۱۳ ۔ دولھا کی عمر ۱۱ سال غلط لکھی گئی ۲۲ سال تھی

۱۴ - صفحہ ۶۶ ۔ چوتھے سال کے واقعات کے تحت میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ابوسفیان نے جب مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں آگ لگائی اور دو آدمی قتل ہوئے تو اسوقت بنونضیر کے گھروں میں ان کی اعانت سے اس کا یہ کام نکلا تھا اس لئے ان سے اس غدّاری کی بازپرس و سزا ضروری تھی

۱۵ - صفحہ ۶۹ ۔ زید بن حارث کی بیوی کو اپنے حسب و نسب پر غرّہ تھا عظمت جلال حسن و جمال زائد ہے ۔

دوم زینب کو احیاناً دیکھ لینے کی بکواس اس واسطے بھی غلط ہے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپی کی بیٹی اور آپ کی دیکھی ہوئی تھی

۱۶ - صفحہ ۷۱ ، سطر ۲ ۔ "ثنیتہ المرار نہیں ۔ "ثنیتہ المرار"

۱۷ - صفحہ ۷۳ ، سطر ۷ ۔ جنگ خندق میں حصہ لینے والے اور دغابازی و بغاوت کے مرتکب قریظہ تھے جو اپنے مانے ہوئے منصف کے فیصلہ کے مطابق قتل کئے گئے تھے

۱۸ صفحہ ۷۵ ، سطر ۶ ۔ جنگ موتہ ۔ اس چڑھائی کی یہ وجہ سب سے زیادہ قوی تھی کہ شاہ روم کا ارادہ مدینہ پر چڑھائی کا تھا

۱۹ صفحہ ۷۷ ، سطر ۹ ۔ ۱۰ ۔ حضور نے خالد بن الولید کو حکم دیا کہ مکہ کی نیچے کی طرف سے داخل ہو اور آپ اوپر کی طرف سے داخل ہوئے ۔

۲۰ صفحہ ۷۹ ، سطر ۱۳ ۔ "تم یہاں سے چلے نہیں جاتے" کی صحیح یہ ہے کہ آپ نے فرمایا دو آنکھ کے سامنے مت بیٹھو وہ پیچھے ہو گیا" ۲۱ صفحہ ۹۰ سطر ۱۱ سلخ سہو کتابت سے سلخ صحیح ہے ٥٥

٥ مجھے اُمید ہے کہ اس تصیح کے مطابق احباب کرام اپنے اپنے رسالہ کو ضرور درست فرما لینگے ۔

البشریٰ

یعنی

مجموعہ الہامات مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

حصّہ اول

اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے ابتداء ہی میں فرماتا ہے کہ ہدایت اُن لوگوں کا حصّہ ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور گرہ سے کچھ دینے کے عادی ہوں اور پھر یہ کہ وہ نبی کریم صلعم سے پہلی وحی اور آپ پر جو کچھ نازل ہُوا اور پیچھے آنیوالی وحی پر ایمان لانے کے لئے تیار ہوں پس کون مسلمان ہے جو خدا کی اس وحی کو سننے کا مشتاق نہو گا جو دجالی فتن کو پاش پاش کرنے والے آخری زمانے کے مصلح پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی۔

خدا جزائے خیر دے میرے مکرم و معظم بھائی راجہ محمد منظور الٰہی صاحب (انصار اللہ) کو کہ اُنھوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی تمام کتابوں اور اشتہاروں اور تحریروں اور ڈائریوں اور مکتوبات کو (جو ان کو میسّر آئیں) غور کے ساتھ لفظ لفظ پڑھ کر الہامات اور کشوف اور رویا، کو الگ ایک مجموعہ میں جمع کیا۔ جہانتک میں اپنے پیارے بھائی کے حالات سے واقف ہوں میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ کیا بہ لحاظ اپنے تقوی و اخلاص کے اور کیا باعتبار غیر معمولی محنت کے عادی ہوئے اور قابل تعریف مستعدی کے ہر طرح پر اس کے اہل تھے۔ ہاں صرف ایک ہی کمی تھی جس کا نتیجہ ظاہر ہو گیا یعنی کُل اعراب صحیح نہ لگ سکے۔ سو اس میں بھی ان کا اتنا قصور نہیں جتنا ہمارا۔ لیکن خیر اس کی تلافی اب میں نے ایک صحت نامہ ساتھ لگا کر دی ہے۔

اس اسّی صفحہ کے مجموعہ زیر ریویو میں ۷۰۱ الہامات ہیں اور ۵۵ سے زیادہ کشوف و رویاء ہیں۔ اس حصّہ کو آپ نے الگ کر دیا ہے تاکہ براہین احمدیہ کے الہامات

جو اس زمانہ کے ہیں جبکہ یہ امر ابھی کھلا نہ تھا کہ خدا تعالیٰ اس ملہم کو مسیح موعود و مہدی معہود بنانے والا ہے نمایاں ہوں ان کا مطالعہ جہاں مخالفین پر ایک حجت ملزمہ قائم کریگا وہاں متبعین کے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ کیونکہ اس میں ہزاروں نشان ہیں۔ ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے نواز کر فرماتا ہے کہ میں تجھے اسلام کی ایک بڑی جماعت دونگا اور پھر ان کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھونگا تیری مخالفت میں سب ناکام رہینگے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ ایک زمانہ دیکھتا ہے۔

میرا خیال تھا کہ راجہ صاحب نے ہمارے اخلاص و شوق کا اندازہ لگانے میں غلطی کی ہے یا تساہل سے کام لیا ہے۔ بھلا وہ کون لکھا پڑھا احمدی ہوگا جو اپنے امام ہمام علیہ السلام پر نازل شدہ وحی کا مجموعہ دیکھنے کا خواستگار نہو۔ پھر چار لاکھ کی جماعت میں کیا دس ہزار بھی ایسے احباب نہیں۔ اب ان کے لیئے ایک ہزار کتاب "یک انار صد بیمار" کی مصداق ہے۔ مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ہر دو جلدیں شائع ہو کر نکل جانے پر پھر نہایت خوبصورت ٹائپ پر بھی چھپوائینگے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ اس جلد اول کی قیمت ساڑھے چار آنے ہے۔ اور دفتر تشحیذ قادیان سے مل سکتی ہے۔

افتاح الحق

انجمن معین الاسلام دہلی نے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس کا نمبر اول حدوث روح و مادہ پر ہے۔ بہت اچھے پیرائے میں عقائد آریہ کی تردید کی ہے۔ لیکن جب تک ہمارے مناظر اس علم کلام سے کام نہ لینگے جو ہمارے مہدی اور مسیح نے جاری فرمایا کامیابی محال ہے۔ نیستی سے ہستی کے معنی خوب سمجھائے ہیں کہ یہ محال کیونکر ہے۔ نیستی کے معنی نہیں تھا۔ پس دنیا میں کئی چیزیں ہیں جو نہیں تھیں اور پھر ہو جاتی ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بغیر آنکھوں کے دیکھتا بغیر کانوں کے سنتا ہے تو خلق میں مادہ و روح کا محتاج کیوں ہو۔ باقی یہ اعتراض کہ روح حادث ہے تو پھر ابدی کیوں ہے اس کے جواب میں بتایا ہے کہ ممکن اپنی ذات کے اعتبار سے نہ تو عدم رکھتا ہے

نہ وجود اگر اس کی علت اپنے تعلق وجودی کو غیر محدود زمانے تک رکھے تو اس کو انکار نہیں۔ اور اگر ایک ہی منٹ رکھے تو اس کو اصرار نہیں۔ حضرت اقدس نے روح کو فانی فرما کر اور بھی اس مسئلہ کو کھول دیا ہے۔ پھر اس اعتراض (کہ روح و مادہ حادث ہیں تو صفت خالقیت ایک وقت ضرور بیکار ماننی پڑیگی) کا جواب الزامی دیا ہے کہ فعل اپنے مفعول سے مقدم ہوتا ہے اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ پرمیشور نے رُوح و مادہ کو ملایا اس کے بعد سرشٹی مخلوق ہوئی۔ اب فرمائے کہ اس جوڑنے اور مرکب کرنے سے پہلے پرمیشور کس کا خالق تھا۔ جو تعطل کا الزام ہمارے عقیدے پر دیئے ہودہ تم پر بھی لازم آگیا۔ اس کے متعلق ہمارے سید و مولیٰ نے خوب فرمایا ہے کہ دنیا باعتبار اپنی نوع کے قدیم ہے اور باعتبار اشخاص کے حادث۔ مولف صاحب نے خوب لکھا ہے کہ اگر روح و مادہ کے صفات خدا کی جانب سے نہیں تو پھر آریہ سماج خدا کی ہستی بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ اور اس کی عبادت بھی پھر غیر ضروری ہے۔ کیونکہ نہ اس نے یہ عقیدہ آریہ سماج پیدا کیا۔ نہ ہماری روح کو پاک و صاف کر سکتا ہے کیونکہ اس کے صفات ازلی ہیں نہ یہ مزدس کے انعامات ہیں۔ اگر محسن ہے تو ایسا ہی جیسا سورج چاند سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ملنے کا پتہ سید ممتاز علی ہاشمی مہتمم انجمن دعوت الاسلام بھوجلا پہاڑی (دہلی)

ڈاکٹر برمن کی دوائیاں

ا دانت کے درد کی جو لگاتے ہی درد ہٹاتی ہے فی شیشی چار آنے اور پیکنگ ایک سے آٹھ شیشی تک کے لئے چھ آنے

۲۔ مقوی باہ گولیاں جو پہلے امتحان کے لئے بلا قیمت بھی دی جا سکتی ہیں محصولڈاک اور دس روسا کے نام لکھ بھیجیے اور منگوا لیجئے دو ہفتہ کی خوراک ۲۰ گولیاں ایک روپیہ۔

۳۔ درد سر کی دوا ۱۲ ٹکیوں کی ایک شیشی ۶ر کو ملیگی۔ سرد پانی سے ایک ٹکیہ نگل جائیے اور آرام پائیے

۴۔ عرق پودینہ ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے پیٹ میں درد بدہضمی متلی کمی اشتہا دور ہو جاتی ہے فی شیشی ۸ر محصولڈاک ۵ر

ڈاکٹر صاحب کا اشتہار تشحیذ کے آخری صفحہ پر ہر مہینے چھپتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک خوش معاملہ اشتہار دینے والے طبیب ہیں احباب ان کی دواؤں سے مناسب حزم و احتیاط کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جنتری و دوائی ملنے کا پتہ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

دلیسی کلنڈر

دیوار پر یا میز کے سامنے ٹانگنے کے لئے یہ کلنڈر نہایت مفید ہے۔ دھاگا بھی ساتھ ہے اس میں ہجری۔ عیسوی بکرمی تاریخیں نہایت صاف اور صحیح درج ہیں کتابوں کا اشتہار بھی ساتھ ساتھ ہے۔ ۱۶ بڑے صفحے ہیں قیمت ۰ر پتہ نیاز علیخاں اینڈ سنز تاجران کتب بازار حال شہر امرتسر

حقیقت کا عکسی شیشہ

سیتیانند اگنی ہوتری بالقابہ جو دیو سماج کے بانی ہیں ان کے متعلق پنڈت گردھر رائے بشنواسی فوٹوگرافر لاہور نے ۸۴ صفحے کا رسالہ لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ صاحب پہلے خدا کے قائل تھے اور ملہم ہونے کے مدعی تھے پھر یہاں تک گرے کہ

کہ بعض مصالحہ آمیہ کو نہ سمجھتے ہوئے اس ارحم الراحمین کو (معاذ اللہ) ظالم کہنے لگے بلکہ ان راستبازوں کو جو اس کے پیغامبر تھے چالاک کہنے لگے پھر یہ کہ اور مذاہب کیطرف دیوشاستر میں ایسی باتیں منسوب کیں جن کے فی الحقیقت وہ قائل نہیں مثلاً مسلمانوں کی تعلیم کا نچوڑ یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنے ہی پاپ کیوں نہ کرے لیکن ان کے آخری پیغمبر کی سفارش سے خدا اس کے سارے گناہوں کو بخشدیگا۔ آخر میں یہ معنی خیز بات لکھی ہے کہ یہ میں جانتا ہوں کہ تمھاری پچھلی غلط کاریوں کی تحریریں خود تمھارے ہاتھوں سے لکھوا کر اس چالاک شخص نے قابو کی ہوئی ہیں تاکہ تم میں سے کسی کو اس کے برخلاف بولنے اور دم مارنے کی جرات نہو قسمیت ہو پائی۔

دیوسماج کے بانی کا اصلی جیون چرتر

یہ ایک ایسے چیلے کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو اب ان سے فرنٹ ہو گیا ہے۔ باب اول سے جسمیں پنڈت صاحب مصنف کتاب نے دیوسماج کے بانی کے باپ دادا پر بھی کچھ الزام لگایا ہے یہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ کتاب انتقام و غیظ و غضب کی سپرٹ میں لکھی گئی ہے لیکن اس سے آگے چل کر بہت سی مفید باتیں لکھی ہیں۔ اگنی ہوتری صاحب بالمقابلہ کے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کرنے کو بھی بُری نگاہ سے دیکھا ہے۔ میرے خیال میں تو اچھی بات ہے البتہ ان کے دوسرے عقائد سخت قابل اعتراض ہیں پہلے ایشور سے الہام پانے کا مدعی ہونا اور پھر یہ کہنا کہ یہ میری اپنی ہی شکتیوں کا ظہور تھا۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر یہ اعتراض بہت قوی ہے کہ اب جو پرلوک باسی آپ کو اپنی مہما کرتے نظر آنے میں کیا وجہ ہے کہ وہ بھی توہمات ہی بجسم نظر نہ آتے ہوں۔ دوم یہ کہ خدا کی عبادت و پرستش سے چھڑا کر اپنی پوجا کی طرف اپنے چیلوں کو لگا دیا ہے۔ سوم یہ کہ اگر رحم میں نطفہ آپ اپنا خالق ہے تو پھر انسان اپنی ماہیت سے ناواقف کیوں ہے۔ اور اپنے

لئے نقص اور مصیبت کیوں مہیا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے اپنے سابق پیشوا کے کچھ عیوب بھی گنوائے ہیں۔ جن سے زیادہ ضروری میرے خیال میں ان کے عقائد کی معقولی رنگ میں پڑتال ہے۔ فی جلد ۳ ر پتہ اوپر لکھا گیا

نشتر عشق

یہ تائید سلسلہ میں ایک پنجابی سی حرفی اور بارہ ماہ ہے قادیان کے قدیمی خاکسار محمدؐ علی اشرف کا جسپر قبل از طبع ہمارے ملک الشعراء دلپذیر بھیروی نے نظر ثانی فرمائی ہے۔ اشرف صاحب نے عاشقانہ مزاج پایا ہے اس لئے ان کے کلام میں درد و سوز ہے اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ بعض وقت دل سے نکلا ہوا سوز سے بھرا ہوا مصرعہ وہ کام کر جاتا ہے جو پانسو صفحہ کی کتاب نہیں کر سکتی اس لئے ایسی تالیفوں کو میں تبلیغ کے لئے مفید سمجھتا ہوں۔ لکھوائی چھپوائی کاغذ عمدہ قیمت ار ملنے کا پتہ تشحیذ قادیان

ہینڈ بل نمبر ۵

جنوری کے تشحیذ میں "احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن" لاہور کی کارگذاری کی اطلاع دیجا چکی ہے۔ یہ اس سلسلہ میں پانچواں ہینڈ بل ہے جسمیں "واقعہ صلیب وفات مسیح ازاناجیل" پر نہایت قابلیت سے روشنی ڈالی گئی ہے اور بتادیا گیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ اس کے بعد ہجرت کر کے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس کشمیر پہنچا اور سرینگر میں مدفون ہوا۔ محصول کا ٹکٹ بھیجنے پر مفت مل سکتا ہے اور تبلیغ کیلئے ۸ ر سینکڑہ کچھ زیادہ نہیں دس ہزار چھاپا گیا ہے

آگیا

قاضی فضل کریم صاحب احمدی انڈا بازار لکھا لاہور نہایت سادی وضع کے مخلص مگر پرجوش ممبر سلسلہ احمدیہ ہیں۔ آپ نے انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ کی تقریب پر فل سکیپ تقطیع کا ایک ٹریکٹ ۲ ورق نہایت ہی خوشخط اور رنگین کاغذ پر چھپوا کر شائع کیا ہے جسمیں وعدے کے مسیح و مہدی کے آنیکی خبر اور اس کی صداقت کے زبردست دلائل دیئے گئے ہیں اس کی اشاعت جہانتک بھی ہمارے بھائی کریں انشاء اللہ بہت ہی مفید و بابرکت ہوگی محصولڈاک بھیجکر قاضی صاحب موصوف سے احباب طلب کریں ؏

دولتمند ہونیکی آسان ترکیب

چونکہ ہماری دلی آرزو ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی امیر ہوکر یورپ والونکی طرح آرام
و آسائش سے زندگی بسر کریں اسلئے یہ ۱۲ کی بینظیر کتابیں ہر ایک شخص مفت منگوا سکتا
ہے جو کتاب مفت دیجاتی ہیں انکے نام مع قیمت کے حسب ذیل ہیں تعلیم نمبر ا فیس پانچ روپیہ
جس میں انگیزی و دیسی ہر قسم کے صابون بنانیکی نہایت آسان طریقے بغیر بکائے سکھائے
گئے ہیں اور ایکروپیہ کے مصالحہ سے ۱۶ سیر صابون بنانیکی قیمتی ترکیب درج ہے غرض قابل
دید ہے تعلیم نمبر ۲ جس میں مشک ممیرہ اصلی موتی عود بینگ اور ۸ رکے مصالحہ سے امریکہ
کی ایک نئی ایجاد چھاپہ خانہ بنانا سرکہ شہد زعفران صابون وغیرہ فیس ۱۲ تعلیم نمبر ۳ جس
میں ایک حیرت انگیز تجارت کا چٹکلہ درج ہے جس کے ذریعہ سے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہر
۱۰ روزانہ کما سکتا ہے فیس ۱۲ یہ آٹھ روپیہ ۱۲ ہوئے اور ۱۲ کی اس فہرست میں سے جونسی پسند فرماویں
ناول طلب فرماویں یہ بھی مفت مایوس دلہن ۸ ر انتخاب دلہن ۸ ر لنگڑا قاتل ۶ ر آئینہ سکندری ۸ ر
جوانا مرگ ۸ ر چالاک عورت ۸ ر بچھڑی ہوئی دلہن ۸ ر بہادر کی تلوار ۸ ر پدمنی ۶ ر نئی نویلی ۸ ر
رانی اودیپور ۸ ر چنچل کماری ۸ ر آئینہ عصمت ۶ ر رانا امرسنگھ ۸ ر فاتح ملتان ۸ ر بدرالنساء ۸ ر
راجہ بیربل ۸ ر رانی جودھپور ۸ ر شرط صرف یہ ہے کہ اخبار الفنون کے ایکسال کے لئے خریدار
ہوجائے یہ وہ قیمتی اور بینظیر اخبار ہے جسکی تعریف تمام اخباروں کے معزز ایڈیٹر بڑے زور شور
سے کرچکے ہیں دو سال سے جو پبلک کی خدمت کرچکا ہے واظہر من الشمس ہے چونکہ ہماری یہ خواہش
ہے کہ ہندوستانکے ہر ایک خواندہ شخص کے ہاتھ میں یہ پہنچ جائے اسلئے ۱۲ سالانہ کی بجائے
صرف ۱۲ سالانہ قیمت کردی اور اسکے ساتھ ہی ۱۲ کی مذکورہ بالا کتابیں بھی مفت دیجاتی ہیں
گویا ۱۲ دیکر ۱۲ کی کتابیں لے لیجئے اور سال بھر اخبار بھی مفت حاصل کیجئے اور اخبار وہ جو کہ
تمام ہندوستان میں ایسا شفیق اخبار ہے جو ہندوستانیونکو امریکہ و جاپان کی دستکاریاں سکھا کر
نوکریونکی تلاش میں دھکے کھانیسے بچاتا ہے اور بیمارونکو تندرست اور غریبونکو امیر بناتا ہے۔ اور
شائقین کو تمام دنیا کی خبریں اور ناول دلچسپ کہانیاں سناتا ہے اور با تصویر چھپتا ہے اور پھر اسقدر
ارزاں یعنے آپ اسکے خریدار ہونا چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ اپنے چار دوستوں کو بھی خریدار بنائیے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

ہماری کافوری جنتری سنہ ۱۹۱۳ء کی جس میں پوری فہرست اور سارٹیفکیٹ درج ہے بلاقیمت و محصول بھیجی جاتی ہے

ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہُوا

لال شربت = لال شربت

ماں وینا میٹھا میٹھا لال شربت

بچے لڑکے اور پرسوتی کی طاقت بڑھنے کے ساتھ روزمرہ میں
میں نئے حصے یا ذرے بنتے اور بڑھتے ہیں۔ اور نئے خون سے
طاقت ہوتی ہے اگر خون کمزور اور رقیق ہو جاوے تو بچے کو
کئی بیماریاں ہوتی ہیں پرسوتی کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے
گود کا بچہ ماں کے دودھ سے پلتا ہے اسلئے اسکے ماں کے
بدن میں پورے طور پر تازہ خون ہونا چاہیئے اگر کمی ہوتی تو
بچہ اور پرسوتی دونوں ہی مریض ہو جاتے ہیں شیر خوارہ
بچے کو اکثر بدہضمی رہتی ہے دودھ پیتے ہی قے کر دیتے ہیں
پاخانہ گاڑھا اور پتلا ہوتا ہے پیٹ اونچا ہو جاتا ہے ہاتھ پاؤں
لاغر ہو جاتے ہیں ایسی حالت میں لال شربت کے استعمال سے کوئی
شکایت نہیں رہتی دانت جلد نکلتے ہیں اور نکلتے وقت کوئی
تکلیف نہیں ہوتی زچہ کو دودھ زیادہ کرتا ہے سستی نہیں رہتی
غذا ہضم ہوتی ہے بخار وغیرہ کو روکتا ہے اگر بچہ کو کھانسی ہو جاوے
تو لال شربت سے جاتی رہتی ہے قیمت ۱۲ ؍ محصول ۶ ؍ ۳ شیشی ۲ ؍ محصول ۱؍

بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت

بچوں کیلیے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت
بچوں کیلئے
لال شربت

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ